ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت
ملتان

۶ | رجب ۱۴۳۲ھ | جون ۲۰۱۱ء

امیر المؤمنین، خال المسلمین خلیفۂ راشد و عادل و برحق

سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما

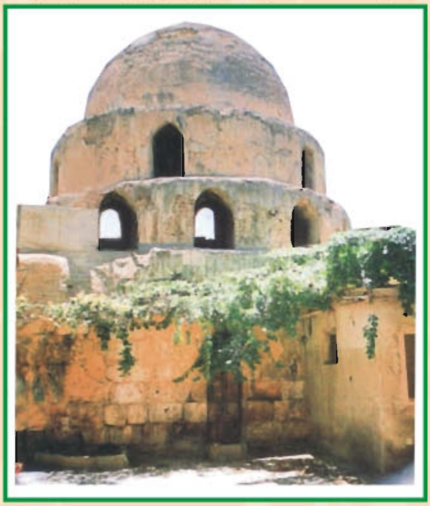

- ملک کا کیا بنے گا؟
- اُسامہ کی صدی
- امریکا —— سفاک اور بے وفا دوست
- جنرل قاتل پرویز —— گوئیبلز کی بدروح
- پچھند میں تحریک ختم نبوت کی کامیابی اور قادیانیوں کی پسپائی

ہم تو مجبورِ وفا ہیں

تجھ کو کتنوں کا لہو چاہیے اے ارضِ وطن
جو ترے عارضِ بے رنگ کو گلنار کریں
کتنی آہوں سے کلیجہ ترا ٹھنڈا ہو گا
کتنے آنسو ترے صحراؤں کو گلزار کریں

تیرے ایوانوں میں پُرزے ہوئے پیماں کتنے
کتنے وعدے جو نہ آسودۂ اقرار ہوئے
کتنی آنکھوں کو نظر کھا گئی بدخواہوں کی
خواب کتنے تری شہ راہوں میں سنگسار ہوئے

بلاکشانِ محبّت پہ جو ہُوا سو ہُوا
جو مجھ پہ گزری مت اُس سے کہو، ہُوا سو ہُوا
مَبادا ہو کوئی ظالم ترا گریباں گیر
لہو کے داغ تو دامن سے دھو، ہُوا سو ہُوا

ہم تو مجبورِ وفا ہیں مگر اے جانِ جہاں
اپنے عشّاق سے ایسے بھی کوئی کرتا ہے
تیری محفل کو خدا رکھّے ابد تک قائم
ہم تو مہماں ہیں گھڑی بھر کے، ہمارا کیا ہے

(فیض احمد فیض)

محاضراتِ ختمِ نبوت

ختمِ نبوت کورس

دس روزہ
سالانہ

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان / 09 تا 18 جولائی 2011ء

زیرِ سرپرستی

ابن امیرِ شریعت امیر مجلس احرارِ اسلام پاکستان
حضرت پیرجی
سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

قاطعِ قادیانیت
مولانا مشتاق احمد چنیوٹی
مرکز دعوت والارشاد چنیوٹ

مناظرِ ختمِ نبوت
مولانا محمد مغیرہ مدظلہٗ
خطیب جامع مسجد احرار چناب نگر

ممتاز سکالر
حافظ **عابد مسعود** صاحب
دارالعلوم ختم نبوت چیچہ وطنی

مبلغ ختمِ نبوت
مولانا تنویر الحسن
مرکزِ احرار تلہ گنگ (چکوال)

جناب
عبداللطیف خالد چیمہ
سیکرٹری جنرل مجلس احرارِ اسلام پاکستان

سید محمد کفیل بخاری
ڈپٹی سیکرٹری جنرل مجلس احرارِ اسلام پاکستان

عنوانات

1- عقیدۂ ختمِ نبوت قرآن وحدیث کی روشنی میں
2- حیات سیدنا عیسیٰ علیہ السلام
3- انکارِ ختمِ نبوت پر مبنی فتنوں کی تاریخ
4- ردّ قادیانیت پر بحث ومکالمہ کا طریقۂ کار
5- آئین سے متصادم قادیانی سرگرمیاں
6- احرار اور محاسبۂ قادیانیت
7- تعارف وتاریخ مجلس احرارِ اسلام
8- اسلام، مغرب اور انسانی حقوق

- دینی مدارس کے درجہ ثالثہ اور اس سے اوپر کے درجات کے طلباء، دیگر تعلیمی اداروں کے کم از کم میٹرک پاس اور اس سے اوپر کے طلباء
- سادہ کاغذ پر درخواست مع فوٹوسٹیٹ شناختی کارڈ
- رہائش وخوراک کا انتظام ادارہ کے ذمہ ہوگا۔
- موسم کے مطابق بستر ہمراہ لائیں۔
- سو فیصد حاضری اور بہتر استعداد والے طلباء کو انعامات دیئے جائیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

نوٹ: سکول، کالج اور یونیورسٹی کے طلباء کے لیے خصوصی نشست کا اہتمام (مغرب تا عشاء)

تحریک تحفظِ ختمِ نبوت (شعبۂ تبلیغ) مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

061 - 4511961
0300-6326621
0300-6385277

ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

جلد 22 شمارہ 6 رجب المرجب 1432ھ ـــــ جون 2011ء

Regd.M.NO.32, I.S.S.N.1811-5411

فیضانِ نظر ـــــ
حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ سرپرستی ـــــ
حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری ابن امیرِ شریعت دامت برکاتہم

مدیرِ مسئول ـــــ
سید محمد کفیل بخاری
kafeel.bukbari@gmall.com

رُفقائے فکر ـــــ
عبداللطیف خالد چیمہ • پروفیسر خالد شبیر احمد
مولانا محمد مغیرہ • محمد عمر فاروق
قاری محمد یوسف احرار • میاں محمد اویس
سید صبیح الحسن ہمدانی
sabeeh.hamdani@gmail.com
سید عطاء المنان بخاری
atabukhari@gmail.com

تزئین ـــــ
الیاس نبیل، محمد نعمان سنجرانی۔

سرکولیشن منیجر ـــــ
محمد یوسف شاد 0300-7345095

زرِ تعاون سالانہ
اندرونِ ملک ـــــ -/200 روپے
بیرونِ ملک ـــــ -/1500 روپے
فی شمارہ ـــــ -/20 روپے

ترسیلِ زر بنام ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت
بذریعہ آن لائن اکاؤنٹ نمبر: 1-5278-100
بینک کوڈ 0278 یو بی ایل چوک مہربان ملتان

رابطہ: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
☎061-4511961

بانی: سید الاحرار حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی: ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب

دل کی بات:	ملک کا کیا بنے گا؟	مدیر	2
افکار:	اسامہ کی صدی	سیف اللہ خالد	4
//	جنرل قاتل پرویز...... گوئبلز کی بدروح	ڈاکٹر محمد عمر فاروق	6
//	امریکہ...... سفاک اور بے وفا دوست	محمد عاصم حفیظ	9
شاعری:	نعتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم	پروفیسر خالد شبیر احمد	12
//	منقبتِ امیر المومنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ	سید ابومعاویہ ابوذر بخاریؒ	13
دین ودانش:	کیا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ متغلب تھے؟	قاضی محمد طاہر علی الہاشمی	14
//	آپ کو بنوامیہ سے کیا ملے گا؟	پروفیسر حمزہ نعیم	21
//	سزائے شتمِ رسول: عقل اور روایت کے میزان میں	مولانا احسن احمد	23
انتخاب:	مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ	خلیق ابراہیم	34
آپ بیتی:	ورق ورق زندگی (پہلی قسط)	پروفیسر خالد شبیر احمد	36
حسنِ انتقاد:	تبصرۂ کتب	کفیل بخاری، صبیح ہمدانی	44
اخبار الاحرار:	مجلس احرار اسلام پاکستان کی سرگرمیاں	ادارہ	49
ترحیم:	مسافرانِ آخرت	ادارہ	61

www.ahrar.org.pk
majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت کی ترجمان مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل ذوالفقار

Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

دل کی بات
مدیر

ملک کا کیا بنے گا؟

جس طرح وطنِ عزیز پاکستان پر امریکا اور اس کے اتحادی ممالک کی طرف سے ڈرون حملے روز کا معمول بن چکے ہیں؛ اسی طرح پاکستانی حکمرانوں کی طرف سے اِن حملوں کی مذمت اور آئندہ ایسی حرکت کو برداشت نہ کرنے کے تیار شدہ بیانات بھی سیاسی فیشن کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔ وطنِ عزیز پاکستان لاکھوں انسانوں کی جانوں کی قربانی دے کر حاصل کیا گیا تھا مگر عمرِ عزیز کے چونسٹھ سال گزارنے کے باوجود ابھی تک دھرتی خون کی پیاسی ہے۔

برطانوی غلامی سے نام نہاد آزادی کا پروانہ لے کر قوم کو امریکا کی دائمی غلامی کے شکنجے میں جکڑنے والے حکمران ہی اس صورتِ حال کے ذمّہ دار اور قومی مجرم ہیں۔ عالمی استعمار کے غلام حکمران اپنے اقتدار کے مرگھٹ پر قوم کو ذبح بھی کر رہے ہیں اور دونوں ہاتھوں سے مفادات بھی سمیٹ رہے ہیں:

وہی ذبح بھی کرے ہے، وہی لے ثواب الٹا

ایبٹ آباد میں امریکی آپریشن نے ملکی سلامتی و دفاع اور خود مختاری تو ایک طرف خود ریاست کے جواز کو سوالیہ نشان بنا کر رکھ دیا ہے۔ امریکی دہشت گرد اور سفّاک درندے پاکستان میں دندناتے، فضائی اور زمینی حدود کو پھلانگتے اور پامال کرتے پھرتے ہیں۔ پاکستان میں سی آئی اے کا چیف ہیڈ ریمنڈ ڈیوس بے گناہ شہریوں کو قتل کرنے کے بعد وی آئی پی پروٹوکول کے ساتھ امریکا پہنچ کر ہماری بے بسی پر قہقہے لگا رہا ہے۔ ہمارے سپہ سالار نے ڈرون حملوں کی مذمّت کرتے ہوئے فرمایا کہ ''آئندہ ہم ایسی حرکت برداشت نہیں کریں گے۔'' چند روز بعد عین اس وقت جب امریکی سینیٹر جان کیری صدر پاکستان سے ملاقات کر رہے تھے، دوسری طرف وزیرستان میں ڈرون حملے ہو رہے تھے۔

پارلیمان کے بند کمرے کے اجلاس میں ایبٹ آباد آپریشن پر بحث کے دوران آئی ایس آئی کے سربراہ جنرل پاشا نے پاکستان کے دفاعی نظام کی ناکامی کا اعتراف کرتے ہوئے معذرت کر لی۔ کیا صرف معذرت کرنے سے ملک کے دفاعی نظام کے ناقابلِ تسخیر ہونے کے دعوے درست ثابت ہو جائیں گے؟ پارلیمنٹ نے امریکہ سے تعلقات پر نظرِ ثانی کی قرارداد منظور کی اور نیٹو افواج کی رسد کی بندش کی تجویز بھی پیش کی۔ مگر اگلے روز وزارتِ خارجہ کے ایک ترجمان نے یہ کہہ کر اس قرارداد کو بے وقعت کر دیا کہ امریکا اس قرارداد کا پابند نہیں۔ یہ ہے ہماری پارلیمنٹ کی حیثیت۔ بین الاقوامی قوانین اور اخلاقی ضابطے صرف ہمارے لیے ہیں امریکا کے لیے نہیں۔

ایبٹ آباد آپریشن، کراچی میں پاک بحریہ کے پی این ایس مہران بیس پر حملہ، پشاور میں سی آئی ڈی تھانے پر حملہ اور سب سے بڑھ کر جی ایچ کیو پر حملہ ملک کے دفاعی نظام کی ناکامی نہیں تو اور کیا ہے؟

قومی سلامتی کے تمام ادارے دہشت گردوں کی زد میں ہیں۔ خوفزدہ عوام عدم تحفظ کا شکار ہیں۔ فوج اور سویلین حکمران اپنی نااہلی کے اعتراف کے ساتھ ساتھ دہشت گردوں سے نمٹنے کی بڑھکیں بھی مار رہے ہیں۔ پی این ایس مہران بیس پر حملہ آور دہشت گردوں کو تو رات کی تاریکی میں سب کچھ نظر آ رہا تھا لیکن ملک کے محافظ حکمرانوں کو دن کی روشنی میں کچھ بھی نظر نہیں آ رہا:

رستہ نظر آتا ہے تو منزل نہیں ملتی
منزل نظر آتی ہے تو رستہ نہیں ملتا

وزیرستان میں غیر ملکی ڈرون حملوں سے بے گناہ پاکستانی شہید ہو رہے ہیں تو کوئٹہ میں چیچن مسلمان خاندان کے بے گناہ افراد پاکستانی سیکورٹی کے سفّاک اہل کاروں کی گولیوں سے شہید ہو رہے ہیں۔ پورا ملک دھماکوں سے لرز رہا ہے۔ اغواء اور قتل وغارت کا بازار گرم ہے اور حکمران مزے کی نیند سو رہے ہیں۔

صدر زرداری اور وزیر اعظم گیلانی کا کہنا ہے کہ امریکا کو اسامہ تک رسائی ہم نے دی۔

اور اوباما کا کہنا ہے کہ اُسامہ کی پاکستان میں موجودگی، دہشت گردی کے خلاف جنگ میں پاکستانی فوج کے کردار پر شکوک کی وجہ بنی۔

فرمایئے! کوئلوں کی دلاّلی میں منہ کالا کرنے کا کیا جواز تھا۔ اسامہ تو شہید ہو کر تاریخ میں اَمر ہو گئے اور ہمیشہ کے لیے زندہ ہو گئے لیکن منافقوں کی زندگی اجیرن ہو گئی۔ اُن کے لیے سانس لینا مشکل ہو گیا۔ پاکستان کے گلے میں امریکی غلامی کا پھندا مزید سخت ہو رہا ہے۔ دباؤ بڑھ رہا ہے اور گھیرا تنگ ہو رہا ہے۔ امریکا، پاکستان کے خلاف عالمی سطح پر ایک کیس تیار کر رہا ہے اور پاکستانی حکمران اس کیس کے لیے قومی خزانہ خرچ کر کے ثبوت فراہم کر رہے ہیں۔ عالمِ کفر پاکستان کے ایٹمی ہتھیاروں پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ وہ اس ناجائز قبضے کے لیے جواز بھی خود پیدا کر رہا ہے۔ اوباما کا کہنا ہے:

> ''مشکل میں ہم پاکستان کو تنہا نہیں چھوڑیں گے۔ ایٹمی ہتھیار غیر محفوظ ہوئے تو امریکہ خود اس کی حفاظت کرے گا۔
> ضرورت پڑی تو ایبٹ آباد جیسے آپریشن پھر کریں گے۔''

قوم تو ملک کی وفادار اور مجبورِ وفا ہے۔ وہ چونسٹھ برس سے اپنا خون ارضِ وطن کے دفاع کے لیے پیش کر رہی ہے اور جب تک ملک باقی ہے قربانی پیش کرتی رہے گی۔ لیکن حکمرانوں نے چپ سادھ لی ہے۔ اُن کے پاس امریکی حکموں کو ماننے اور امریکی حملوں کو برداشت کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ وطنِ عزیز کے ہر شہری کی زبان پر ایک ہی سوال ہے کہ ملک کا کیا بنے گا؟ کیا سقوطِ ڈھاکہ کی کہانی پھر دہرائی جا رہی ہے؟ یقیناً حکمرانوں کے پاس اس کا بھی کوئی جواب نہیں۔

اللہ تعالیٰ پاکستان کی حفاظت فرمائے۔ (آمین)

اسامہ کی صدی

سیف اللہ خالد

انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے اس بندہ صحرائی پر، جس نے افغانستان کے کہساروں کو مسکن بنایا اور پوری دنیا کو اپنی سوچ کی لپیٹ میں لے لیا۔نظریات سے اتفاق و اختلاف اپنی جگہ، صحیح درست کا فیصلہ بھی بعد کی بات ہے، موافقت و مخالفت سے بھی قطع نظر غیر جانبدار ہی نہیں دشمن کی نگاہ سے بھی کوئی دیکھے تو یہ صدی اسامہ بن لادن کی ہے۔ایک تنہا شخص جو ناز و نعم میں پلا بلکہ منہ میں سونے کا چمچ لیکر پیدا ہوا، جواہرات میں کھیلا، دنیا جہاں کی الٹرا ماڈرن درسگاہوں میں تعلیم حاصل کی اور عین عالم شباب میں جب دنیا اپنی تمام تر رعنائیوں، رنگینیوں اور کامیابیوں کے ساتھ اس کے قدموں کی منتظر تھی تو اس نے ایک اور راستہ اختیار کیا اور غاروں کی زندگی اختیار کر لی محض اپنے نظریہ، اپنے عقیدہ اور اپنے رب کی خاطر اور پھر پوری دنیا کو ہلا کر رکھ دیا۔

ایک طرف وہ تنہا ایک فرد اور دوسری طرف پوری دنیا، اسلامی و غیر اسلامی کی تخصیص کے بغیر۔حدتو یہ کہ اس کے پاس دنیا کے کسی ملک کی شہریت تک نہیں مگر اس کے نظریات اور سوچ نے پوری دنیا کو اس طرح اپنی گرفت میں لیا کہ سرحدیں اور ممالک بے معنی ہو کر رہ گئے۔دنیا جہاں کی حکومتوں اور انٹیلی جنس ایجنسیوں کو اس نے نچا کر رکھ دیا۔

زندگی اور موت کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ہر شخص نے جانا ہے۔اسامہ بھی چلا گیا۔اس کے حامی اسے شہید قرار دینگے، دشمن ہلاک کہیں گے مگر فیصلہ تو رب نے کرنا ہے کہ وہ شہید ہوا یا ہلاک مگر سچ یہ ہے کہ جس طرح اس نے اپنی زندگی میں دشمن کو خوفزدہ کیے رکھا اسی طرح اس کی لاش بھی اس کے دشمن کے لیے دردِ سر بن گئی دعویٰ ہے لاش سمندر برد کر دی گئی۔ مگر یہ ناقابل یقین دیکھائی دیتا ہے کہ شب 2 بجے جس شخص کو انہوں نے مارا دن 12 بجے تک تمام ضروری کارروائیاں مکمل کر کے لاش سمندر میں بھی پھینک دی۔دال میں بہرحال کچھ کالا ہے جس کو چھپایا جا رہا ہے ورنہ کہا یہ جا رہا ہے کہ کارروائی براہ راست پینیٹا نے سی آئی اے ہیڈ کوارٹرز اور ابامہ نے وہائٹ ہاؤس میں دیکھی۔مگر لاش کی ایک تصویر بھی جاری نہ کی جا سکی...... کیوں؟ بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ امریکی اخلاقی معیار کے اعتبار سے اس قابل نہیں کہ دشمن کی لاش کا احترام کر سکیں۔جن کے فوجی زندہ لوگوں کو محض تفنن طبع کی خاطر قتل کرنے سے گریز نہ کرتے ہوں ان سے آپ کیا توقع رکھ سکتے ہیں۔لہٰذا ان کے غیر انسانی رویہ کے سبب اسامہ کی لاش اس قابل نہ رہی تھی کہ اسے تصویر یا وڈیو میں دکھایا

جا سکے اسی سبب اسے سمندر میں ڈالنے کا اعلان کیا گیا۔ تدفین سے انہیں خوف تھا کہ اسامہ کی قبر امریکہ دشمنوں کے لیے باعث تقویت نہ بن جائے۔ لیکن کڑوا سچ یہ ہے کہ اسامہ نے جس طرح اپنے آخری لمحات میں مزاحمت کی اس کی داستانیں بھی اس کے حامیوں کو تقویت دیتی رہیں گی۔

سب سے بڑا مسئلہ پاکستان کے لیے ہے جس کی آزادی اور خود مختاری اور وقار کو پامال کرتے ہوئے امریکیوں نے یہ کارروائی کی 40 منٹ تک ان کے ہیلی کاپٹر پاکستان میں اڑتے رہے اور پاکستان کے مایہ ناز ادارے بے خبر رہے؟ اگر یہ سچ ہے اور ماہرین بتاتے ہیں کہ سچ ہے تو پھر آہنی تحفظ کے دعوے اور ہر دم چوکس دفاع کے نعرے اور جانے کیا کیا کچھ سوالوں کی زد میں آ جائے گا۔ مسئلہ صرف اتنا نہیں ہے کہ امریکہ کی اس کارروائی سے پاکستانی اداروں کی چوکسی بے نقاب ہوگئی بلکہ معاملہ یہ بھی ہے کہ القاعدہ نیٹ ورک میں پاکستان کا حمائتی اگر کوئی تھا تو اس کا نام شیخ اسامہ بن لادن تھا اور اگر وہ نہیں رہا تو ڈاکٹر ایمن الظواہری کو پاکستان کے خلاف اعلان جنگ سے روکنے والا بھی کوئی نہیں رہا۔

امریکی صدر نے پاکستانی تعاون کے لیے ایک جملہ کہہ دیا اور وزیراعظم نے الزام کا طوق پھولوں کا ہار سمجھ کر پاکستانی انٹیلی جنس کے گلے میں ڈال دیا۔ معاملہ اتنا سیدھا نہیں ہے ایک طرف امریکیوں نے پاکستان کی خود مختاری اور دفاع کی دھجیاں اڑا دیں تو دوسری طرف کمال مہارت کے ساتھ ردعمل کا رخ بھی پاکستان کی جانب موڑ دیا اور ہمارے ''باخبر'' وزیراعظم نے اسے تسلیم بھی کرلیا۔ اسے کہتے ہیں آ بیل مجھے مار۔ شواہد بتاتے ہیں کہ اسامہ اب اس دنیا میں نہیں رہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اب کیا ہوگا؟ سچ یہ ہے کہ اسامہ پہلے ہی القاعدہ یا جو بھی ان کا نیٹ ورک تھا اس کی کمان ایمن الظواہری کے سپرد کر چکے تھے ان کی حیثیت اب محض علامتی تھی۔ وہ نہیں رہے تو اس سے فرق صرف یہ پڑے گا کہ ڈاکٹر ایمن ان پابندیوں سے بھی آزاد ہو جائیں گے جو اسامہ نے لگا رکھی تھیں اور وہ اسے تسلیم کرتے تھے۔ انتقام کا جذبہ اس میں مزید شدت پیدا کرے گا یوں اسامہ اس دنیا میں نہ رہتے ہوئے بھی دنیا میں موجود رہے گا۔ مستقبل قریب تو کیا مستقبل بعید میں اس امر کا امکان دکھائی نہیں دیتا کہ اسامہ کے ماننے والوں کو مکمل طور پر ختم کیا جا سکے۔ انہیں افغانستان میں فتح مل چکی ہے اب وہ افریقہ میں امریکیوں کو چیلنج کر رہے ہیں لیبیا ان کے ہاتھ میں ہے اور اب وہ امریکہ اور اسرائیل کے مزید قریب جا چکے ہیں۔ اس لیے اسامہ مر کر بھی زندہ رہے گا۔

سر دست شاید یہ بات بری لگے مگر حقیقت یہی ہے کہ یہ صدی اسامہ کی ہے کہ دنیا دو گروپوں میں تقسیم ہو چکی اور یہ تقسیم جلد ختم ہونے والی نہیں۔ کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی انداز میں اسامہ کی سوچ مزاحمت کرتی رہے گی اور قرائن یہ بتاتے ہیں کہ اس کی قوت میں گزرتے ہوئے وقت کے ساتھ اضافہ ہو رہا ہے اور اسامہ کی موت اس کی قوت میں کمی کے بجائے اضافہ کا سبب بنے گی۔

جنرل قاتل پرویز......گوئبلز کی بدروح

ڈاکٹر محمد عمر فاروق

حد ہوتی ہے ڈھٹائی کی بھی۔ جھوٹ یوں بولتے ہیں کہ جیسے اُن سے بڑھ کر کبھی کسی نے سچ بولا ہی نہیں۔ سابق جنرل پرویز مشرف نے حال ہی میں ایک ٹی وی چینل پر ایک ہی سانس میں کئی باتیں کہنے کی کوشش کی ہے۔ مثلاً یہ کہ: ''لال مسجد آپریشن میں بچے نہیں مارے گئے، نہ ہی وہاں بھاری ہتھیار اِستعمال ہوئے تھے۔ وہاں صرف بندوق کی گولیاں چلائی گئی تھیں۔ کوئی فاسفورس بم نہیں استعمال کیے گئے۔ لال مسجد آپریشن میں جانوں کے ضیاع کا افسوس ضرور ہے، لیکن شرمندگی کوئی نہیں ہے۔ اکبر بگٹی کے قتل پر بھی مجھے کوئی شرمندگی نہیں، وغیرہ۔''

پرویز مشرف کے جھوٹ سُن سُن کر جرمنی کے آنجہانی گوئبلز کا یہ فلسفہ بھی جھوٹ لگنے لگا ہے کہ ''جھوٹ اِتنا بولو کہ وہ سچ معلوم ہونے لگے۔'' یہاں معاملہ اُس کے اُلٹ ہے۔ پرویز مشرف کے چنگیزی کارنامے کس کو بھولے ہیں! جامعہ حفصہؓ کی سینکڑوں معصوم، باحیا اور بے گناہ بچیوں کا مقدس خون ابھی تک اُس کے ہاتھوں سے اتارے نہیں اتر رہا۔ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے طالبوں کے پاک اور پوتر لہو کے اڑتے ہوئے چھینٹے اب بھی اُسی ایک ہی قاتل کے وجود کا احاطہ کیے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ اکبر بگٹی کے خلاف سفاکانہ کارروائی کو کون بھول پایا ہے؟ اور اَمریکی ڈالروں کے عوض لاپتہ کیے جانے والے والدین کے ہزاروں لختِ جگر کیسے فراموش کیے جاسکتے ہیں!

آج کل پاکستان جن امریکی مظالم کا شکار ہے۔ اِس ''کارِخیر'' کی بنیاد پرویز مشرف کے ہی دورِ اقتدار میں رکھی گئی تھی کہ جب امارتِ اسلامیہ افغانستان کو تباہ کرنے کے لیے پاکستانی حکومت کا غیر مشروط تعاون جارج بش کے قدموں میں رکھ دیا گیا تھا۔ اُسی وقت سے امریکی جہازوں نے ہمارے ملک کے ہوائی اڈوں سے اُڑانیں بھر بھر کر افغانستان کے مسلمانوں کو خاک وخون میں تڑپانے کا جو سلسلہ شروع کیا تھا، وہ آج بھی تعطل کے بغیر جاری ہے اور موجودہ حکمرانوں کی عنایتوں کے طفیل امریکی حوصلہ پاکر اَب ڈرون حملوں کے ذریعے درجنوں پاکستانیوں کو روزانہ شہید کر رہے ہیں اور ''ڈُومور'' کا تقاضا ہے کہ ختم ہونے میں نہیں آرہا۔

ایک طرف پرویز مشرف کا دعویٰ ہے کہ ''وہ سیّد ہیں۔ اُن کے لیے خانہ کعبہ کا دروازہ کھولا گیا اور یہ بھی کہ انھوں نے خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر نعرۂ تکبیر بلند کیا۔'' دوسری طرف انھوں نے دھڑلے سے بارہا یہ اعترافات بھی کیے ہیں کہ ''انھیں موسیقی بہت پسند ہے۔ اُن کی والدہ بہترین طبلہ نواز ہیں اور وہ اب بھی صبح اٹھ کر ریاض کرتی ہیں۔ وہ کتوں کے

ساتھ کھیلنا پسند کرتے ہیں۔ کمال اتاترک اُن کے آئیڈیل ہیں، وغیرہ۔'' اِس مجموعۂ اضداد شخص نے ہی امریکہ کے آگے لیٹ کر اُسے افغانستان پر چڑھائی کا موقع دیا تو پھر امریکہ نے اِسی بنیاد پر ایک قدم مزید بڑھایا اور دوسرے اسلامی ملک عراق کو آہن و بارود سے خاکستر کر دیا۔ ظلم کا یہ سلسلہ بڑھتا ہی چلا گیا۔ اب نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ داڑھی، پگڑی اور اسلام کو دہشت گردی کی نمایاں علامت بنا دیا گیا ہے۔

کون آگاہ نہیں کہ آں محترم ہی نے فرزندِ پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو ایٹم بم بنانے کی سزا ٹیلی وژن پر ناکردہ گناہ کی معافی مانگنے کی صورت میں دی۔ جب کہ ہندوستان نے اپنے سائنسدان ڈاکٹر عبدالکلام کو ملک کا صدر بنا کر اُس کی عزت بڑھائی تھی۔ پرویز مشرف ہی نے ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو امریکہ کے حوالے کیا اور عوضانہ ڈالروں کی صورت میں وصول کیا۔ بلوچستان میں فوجی آپریشن کیے اور سیاسی مسائل کو بندوق کی گولی سے حل کرنے کی روایت قائم کی۔ اکبر بگٹی کو موت کے گھاٹ اتار کر وہاں لامتناہی بدامنی اور لسانی وصوبائی تعصب کے عفریت کو بے لگام کر دیا۔ خیبر پختونخواہ اور بلوچستان میں آرمی آپریشن کے ذریعے اپنے ہی شہریوں کو اَپنی ہی گولیوں سے ہی چھلنی کیا جاتا رہا اور دوسری طرف اسلام آباد میں صدر اور وزیرِاعظم کی رہائش گاہیں شراب وشباب سے گناہ آلود کی جاتی رہیں۔ موسیقی کے رسیلے پروگراموں اور مست، تھرکتی جوانیوں کے سنگ اپنی راتیں رنگین کی جاتی رہیں۔ اپنی ہوس پرستی کے جواز کے لیے حدود آرڈیننس میں من پسند ترامیم کر کے اسے عملاً غیر مؤثر کرنے کا سہرا بھی جناب پرویز مشرف کی مخمور اور فسق آمیز مسخ فطرت کا کارنامہ ہے۔

الیکٹرانک میڈیا، انٹرنیٹ اور موبائل کی بے ہنگم آزادی کو رواج دے کر پوری قوم کو جنسی تلذذ اور حرص وہوس کا رسیا بنانے کی کوششوں کا آغاز بھی آں جناب کے عہدِ اقتدار میں ہی ہوا۔ دینی مدارس کو دہشت گردی کے مراکز بنا کر متعارف کرانے کی اولین مساعی بھی آپ ہی نے فرمائی تھیں۔ سرکاری اداروں میں اعلیٰ مناصب اور آرمی میں تعینات باعمل مسلمان افسران کو چن چن کر نکالا گیا اور باطل قوتوں کے احکام کی بن کہے بھی تعمیل کی جاتی رہی۔ ایجنسیوں کے ذریعے معصوم افراد کو اُٹھوا کر عقوبت خانوں میں زندگی وموت کی کش مکش میں مبتلا کر کے اُن کے خاندانوں کو جیتے جی زندگی کی خوشیوں سے ہی محروم کر دیا گیا۔ نتیجہ یہ ہے کہ سال ہا سال گزرنے کے بعد بھی متاثرہ خاندان کی نگاہیں آج بھی اپنے پیاروں کو ایک نظر دیکھنے کے لیے گھر کی دہلیز پر جمی ہوئی ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے بعد عدلیہ سے ہی افراد کی بازیابی کی امید کے سہارے زندگی کے دن گزار رہے ہیں۔

یہ سب کچھ کر گزرنے کے بعد بھی پرویز مشرف کسی پشیمانی یا پچھتاوے کی بجائے ہٹ دھرمی کے ساتھ اپنے اِن اقدامات پر فخر سے اِتراتے ہیں۔ آج بھی وہ رقص وسرود سے جی بہلاتے ہیں اور شاموں کو رنگین بناتے ہیں۔ جن لوگوں سے گناہ یا جرائم سرزد ہوتے ہیں۔ ایک وقت ضرور آتا ہے کہ وہ اپنے کیے پر نادم ہو جاتے ہیں۔ توبہ، استغفار کرتے ہیں۔ اپنے رب سے معافی کے خواستگار ہوتے ہیں اور متاثرہ افراد سے بھی دست بستہ معاف کر دینے کے طلب گار ہوتے ہیں،

لیکن معافی کی توفیق بھی طلب سے مشروط ہے۔ دل میں معافی کی طلب ہی پیدا نہ ہوتو پھر آدمی توفیق سے محروم ہو جاتا ہے۔ پھر وہ اپنے جرائم اور اللہ سے بغاوتوں پر اَکڑتا ہے اور اپنے ہر غلط کام کو درست کہہ کر لوگوں کے سامنے اپنی انا، نخوت اور غرور و تکبر کے کھوکھلے دعوے کرتا ہے۔

حالانکہ تکبر، غرور، اکڑ، بڑائی اور کبریائی صرف اللہ تعالیٰ کی صفاتِ عظیمہ ہیں اور یہ اُسے ہی زیبا ہیں۔ قادر مطلق کو عجز و انکسار ہی پسند ہے۔ فرعونوں اور ہامانوں کو تو وہ پلک جھپکنے سے پہلے ہی نابود کر دیا کرتا ہے۔ جناب پرویز مشرف! بہت ہو چکی، اب بس کر دیجیے۔ اگر آپ کو اللہ کی ذات اور روزِ آخرت پر یقین ہے جیسا کہ آپ مسلمان ہونے کے دعویدار ہیں تو آپ اللہ سے معافی مانگیے اور اُن لوگوں سے بھی اپنے گناہ بخشوایئے کہ جو آپ کے دستِ ستم کا نشانہ بنے تھے۔ اِسی میں آپ کی دنیا کی فلاح اور آخرت کی کامیابی ہے۔ بصورتِ دیگر اللہ کا انصاف تو ہو کر ہی رہنا ہے۔ اُس کے انصاف کے ترازو میں سے تو ایک ایک نیکی اور ایک ایک بدی تُل کر سامنے آجائے گی۔ میزانِ عدل کے قیام سے پہلے توبہ کیجیے۔ موجودہ امریکی و یورپی سہارے عارضی و ناپائیدار ہیں۔ ایک نظر پلٹ کر دیکھیں: روم و فارس مٹی میں مل چکے۔ فرعون، ہامان، چنگیز اور ہلاکو خان کی ہیبت و جبروت افسانہ ہو چکی۔ قرآنی فیصلہ ہے کہ دن لوگوں میں بدل دیے جاتے ہیں اور ہاتھی والے اَبابیلوں کے ذریعے کھائے ہوئے بھس کی طرح عبرت کا نشان بنا دیے جاتے ہیں۔ پس جھٹلانے والوں کے انجام پر نظر کیجیے۔ آپ خود صدارت سے معزول ہو کر پاکستان سے باہر رہنے پر مجبور ہیں۔

سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہَمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی، باقی بُتانِ آذری

امریکہ......سفاک اور بے وفا دوست

محمد عاصم حفیظ

ایبٹ آباد آپریشن کے بعد دہشت گردی کے خلاف جنگ میں سب سے زیادہ قربانیاں دینے والا ہمارا ملک عالمی کٹہرے میں ہے۔امریکہ نواز اور چند ڈالروں کی خاطر تیار بیٹھے ایجنٹ حکمران بھی امریکی تنقید کی زد میں ہیں۔ہمارے سابقہ اور موجودہ حکمرانوں نے دہشت گردی کے خلاف اس نام نہاد جنگ میں بہت سے ایسے افراد اور گروپس کہ جن کی پاکستان کے ساتھ کوئی دشمنی نہیں تھی،ان کے خلاف بھی امریکی آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے بھرپور کارروائیاں کر کے انہیں بلا وجہ اپنا دشمن بنا لیا گیا اور اپنے ہاتھوں اپنے گھر کے امن وسکون کو غارت کر لیا۔لیکن اس ساری ریاضت کے باوجود انکل سام ویسے کا ویسا ہی غضبناک ہے۔اور افغانستان کا غصہ پاکستان پر نکالنے کی باتیں اب مزید واضح طور پر کی جا رہی ہیں۔امریکی دوستی کی خاطر عوامی خواہشات کا خون کرنے والے ہر حکمران کو امریکہ کی جانب سے آخر کار ایسے ہی رویے کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔تاریخ گواہ ہے کہ اس نام نہاد سپر پاور نے دشمنوں سے کہیں بڑھ کر اپنے دوستوں کو نقصان پہنچایا ہے۔امریکہ کی جانب سے مختلف ممالک کے حکمرانوں کے ساتھ گہری دوستی اور مفادات کے حصول کے بعد انہیں یکسر نظر انداز کر دینے کی کئی تاریخی مثالیں موجود ہیں۔ اگر آج امریکی توپوں کا رخ پاکستان کی جانب ہے تو تاریخ میں ایسی کئی مثالیں موجود ہیں کہ جب امریکہ نے قریبی دوست ممالک اور حکمرانوں کو دھوکہ دیا اور انہیں نشانِ عبرت بنا کر رکھ دیا۔یہ حقیقت ہے کہ امریکہ کی دوستی اس کی دشمنی سے کہیں زیادہ خطرناک ہے۔امریکہ کے چہیتے حکمرانوں کی عوامی مقبولیت میں جیسے ہی ذرا سی بھی کمی ہوتی ہے یا پھر انہیں شدید عوامی تنقید کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو واشنگٹن میں بیٹھے پالیسی ساز کسی نئے چہرے کی تلاش شروع کر دیتے ہیں۔امریکہ نے کبھی بھی اپنے دوست حکمران کی دورِ اقتدار کے آخری ایام میں مدد نہیں کی بلکہ ایسے مناظر بھی دیکھے گئے کہ امریکی حمایت پر فخر کرنے والے اور امریکی خوشنودی کی خاطر اپنی عوام کی خواہشات کا گلا گھونٹنے والے حکمرانوں کو سیاسی پناہ تک دینے سے انکار کر دیا گیا۔امریکہ ڈالروں کی بارش کر کے اور مختلف ڈراوے دے کر حکمرانوں کو دوست بناتا ہے۔اگر کوئی سربراہ مملکت امریکی پالیسی پر عمل سے انکار کرتا نظر آئے تو اس کے خلاف محاذ شروع کرا دیئے جاتے ہیں اور اس طرح دوست حکمرانوں کو بھی دباؤ میں رکھ کر من پسند مقاصد حاصل کئے جاتے ہیں۔یہ حقیقت ہے کہ امریکی ڈالرز نے آج تک کسی قوم کی حالت نہیں بدلی بلکہ جیسے جیسے امریکی امداد بڑھنے کا چرچا ہوتا ہے اس ملک کے قرضوں کا انبار وسیع ہوتا جاتا ہے اور معاشی حالت بدترین۔پاکستانی عوام کو تو ایسے حالات کا بخوبی اندازہ ہے۔ملک میں کئی تحریکوں میں امریکی مداخلت کی باتیں اب راز نہیں رہیں جبکہ گزشتہ چند سالوں میں

مہنگائی کی سطح اپنے عروج پر ہے۔اسی طرح حالیہ دور میں ایران، وینز ویلا سمیت کئی ممالک کے حکمران امریکہ مخالف سمجھے جاتے ہیں اور اسی وجہ سے انہیں مختلف سازشوں کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔ایرانی صدر محمود احمدی نژاد کے دوبارہ انتخاب کے دوران امریکی خفیہ ایجنسیوں کی مدد سے پرتشدد مظاہرے کرائے گئے جن میں درجنوں افراد ہلاک ہوئے اور ان میں ملوث ہونے کا اعتراف خود امریکی وزیر خارجہ ہلیری کلنٹن بھی کر چکی ہیں۔ ہوگوشاویز کو قتل کرنے کی کئی سازشیں ناکام ہو چکی ہیں تاہم تجارتی اور معاشی پالیسیوں کے حوالے سے اس کے خلاف نفرت بڑھائی جا رہی ہے۔ ہنڈارس کے صدر مینوئل زیلایا کو بھی کیوبا اور وینز ویلا کے ساتھ مل کر امریکی بالادستی کو چیلنج کرنے کے جرم میں معزول کیا جا چکا ہے۔لیبیا کے معمر قذافی امریکی طفل تسلیوں پر ایٹمی پروگرام سے دستبرداری کی قیمت چکا رہے ہیں اور ان کے خلاف عوامی اور فوجی مہم جاری ہے۔مصر میں حسنی مبارک پر مشکل وقت آیا تو واشنگٹن سے بچاؤ کے پیغام کی بجائے عوامی خواہش کے احترام میں اقتدار سے علیحدگی کا قیمتی مشورہ نازل ہوا۔اسی طرح عراق میں 1969ء میں عبدالکریم قاسم کی امریکہ مخالف حکومت کو صدام کی بعث بغاوت کے ذریعے کچل دیا گیا جس کے پیچھے CIA کا ہاتھ تھا۔اسی زمانے میں انڈونیشیا میں سوئیکارنو کی امریکہ مخالف حکومت کو بڑی چالاکی سے امریکہ حمایتی سوہارتو کی تحریک کے ہاتھوں یرغمال بنا دیا گیا۔اور قطر میں شیخ حماد اسلامی رجحان رکھنے والے اپنے سگے والد کو جلاوطن کر کے اقتدار پر براجمان ہوا۔سعودی عرب کے شاہ فیصل جبکہ پاکستان کے ذوالفقار علی بھٹو اور جنرل ضیاء الحق کی پراسرار ہلاکتوں کے پیچھے بھی امریکی ایجنڈے کی تکمیل کے مقاصد ہی قرار دیئے جاتے ہیں۔امریکہ کے سابق دوست اور آخری سالوں میں دشمن قرار دیئے جانے والے عراقی صدر صدام کی کہانی امریکی دوستی کی خاطر نشانِ عبرت بننے والوں کی سب سے بڑی مثال ہے۔

شاہ ایران اس خطے میں امریکہ کا سب سے قریبی ساتھی تصور کیا جاتا تھا۔مغربی میڈیا اسے امریکی گورنر تک لکھتا رہا اور اس نے امریکی خوشنودی کی خاطر ملک کو روشن خیالی کی راہ پر ڈالا۔اسلامی اقدار کو بزور ختم کر دیا گیا جبکہ مذہبی شعار کی پابندی کے باعث ہزاروں افراد موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے لیکن جیسے ہی ایرانی سرزمین پر خمینی انقلاب کا سورج طلوع ہوا امریکہ شاہ ایران کو بھول گیا۔اس قریبی دوست کو سیاسی پناہ تک دینے سے انکار کر دیا گیا اور اس طرح امریکہ کا یہ اتحادی 1980ء میں جلاوطنی کے دوران مصر میں فوت ہو گیا اور دنیا کے لئے نشانِ عبرت بنا۔یاسر عرفات ایک آزادی پسند جنگجو اور بہادر لیڈر سمجھا جاتا تھا۔یاسر عرفات جیسے ہی امریکہ کی جانب سے قیامِ امن کے نام پر پھیلائے گئے جال میں پھنسا تو اس شخص کے باعث مسئلہ فلسطین کو انتہائی نقصان پہنچا۔امریکی دوستی کے باعث ایک طرف اس کی عوامی مقبولیت ختم ہو گئی اور حماس کی طاقت بڑھی جبکہ دوسری جانب اسرائیل نے اس کی موت تک محاصرہ جاری رکھا اور یاسر عرفات امریکی دوستی کے قبرستان میں دفن ہو گیا۔ایران کے امریکہ نواز سابق وزیر اعظم ڈاکٹر مصدق نے جیسے ہی تیل کے ذخائر کو قومی ملکیت میں لینے کی کوشش کی تو اس کی حکومت کا تختہ الٹ دیا گیا۔یوگوسلاویہ کا آمر میلازووچ امریکہ اور یورپی یونین کی آشیرباد پر ہی بوسنیائی مسلمانوں کا قتل عام کرتا رہا لیکن جب مخصوص ایجنڈے کی خاطر اسے اقتدار سے محروم کیا گیا تو بعد میں اسے عالمی عدالت میں مقدمات کا سامنا کرنا پڑا۔

نکاراگوا کے باغی لیڈر اناس تاسو نے کئی سال امریکی خفیہ ایجنسیوں کے تعاون سے کمیونزم کے خلاف جنگ لڑی۔ جیسے ہی حکومت اس کی بغاوت پر قابو پانے میں کامیاب ہوئی اور اسے جان بچانے کے لئے فرار ہونا پڑا تو امریکی دوستوں نے بھی آنکھیں پھیر لیں۔ اناس تاسو کو بار بار اپیلوں کے باوجود کہیں سیاسی پناہ نہ مل سکی اور جنگلوں پہاڑوں میں چھپتے چھپتے زندگی کی بازی ہار گیا۔ چلی کے بدنام زمانہ ڈکٹیٹر جنرل اگستو پنوشے کی کہانی بھی امریکی دوستی کے باعث ملنے والے دکھوں سے بھری پڑی ہے۔ اس ظالم شخص نے 17 برس تک عوامی خواہشات کا خون کیا۔ امریکی اشاروں پر مخالفت میں اٹھنے والی ہر تنظیم پر پابندی لگائی اور لاکھوں افراد کو قتل کرا دیا گیا۔ جنرل پنوشے امریکی دوستی پر فخر کرتا تھا لیکن جیسے ہی عوامی دباؤ پر اسے اقتدار چھوڑنا پڑا تو امریکہ نے بھی آنکھیں پھیر لیں۔ جنرل پنوشے دولت کے انبار کے ساتھ لندن پہنچا لیکن اسے گرفتار کر کے دس سال نظر بند رکھنے کے بعد اسے سن 2000ء میں واپس چلی کے حوالے کر دیا گیا۔ جہاں وہ مقدمات کا سامنا کرتے کرتے ہارٹ اٹیک سے مر گیا۔ امریکہ نے اپنے اس اتحادی کے لئے تعزیتی پیغام تک جاری نہ کیا۔ فلپائن کے سابق حکمران فرڈی ننڈ مارکس نے امریکی حمایت سے ہی حکومت حاصل کی اور اس کی پالیسیوں کا محافظ رہا۔ 1986ء میں اس کی حکومت گرا دی گئی تو ساتھ ہی امریکی دوستی کا قصہ تمام ہوا اور اسے ہونولولو میں ایک عام پناہ گزین کی طرح گزارا کرنا پڑا۔ انگولا کے جوناس سیومنی اور پانامہ کے جنرل نوریگا کا شمار بھی ان جنگجو لیڈروں میں ہوتا ہے جنہوں نے امریکہ کی جنگ لڑی لیکن ناکامی کی صورت میں انہیں یکسر بھلا دیا گیا۔ سابق صدر بش کی حکومت پاکستانی جنرل پرویز مشرف کی آمریت کی بھرپور حمایت کرتی رہی۔ اپوزیشن کے ساتھ سخت رویے کے باوجود انہیں ذاتی دوست کی حیثیت حاصل رہی۔ لیکن جیسے ہی پرویز مشرف سابق صدر ہوئے ہیں تو امریکی نمائندہ خصوصی رچرڈ ہالبروک کا کہنا تھا کہ وہ اب ماضی کا حصہ بن چکے ہیں اور انہیں سزا دینا پاکستان کا اندرونی معاملہ ہے۔ آج ہم اس موڑ پر کھڑے ہیں کہ جہاں ہمیں امریکی دوستی کی زنجیر کو باندھے رکھنے یا پھر ملکی خودمختاری اور سلامتی میں کسی ایک کا انتخاب کرنا ہے۔ ایبٹ آباد آپریشن نے ہمیں ایک بار پھر یہ سوچنے کا موقعہ فراہم کیا ہے دوستی اور مشترکہ مفادات کی بار بار رٹ لگانے والا امریکہ اپنے مفادات کی خاطر کس حد تک جا سکتا ہے۔ اگر تو ہماری قوم، ادارے، سیاستدان اور آنے والی نسل ہر ہر موڑ پر ذلت اور رسوائی برداشت کرنے کا حوصلہ رکھتی ہے تو پھر ہمیں شور شرابے اور احتجاج کو ترک کر کے وائٹ ہاؤس سے آنیوالے احکامات پر مکمل تابعداری سے توجہ دینی ہوگی مختلف ممالک کے درجنوں حکمرانوں کے نشان عبرت بننے کے باوجود اب بھی بہت حکومت کرنے والے امریکی پالیسیوں پر چلنا پسند کرتے ہیں۔ عوامی مقبولیت کی بجائے قصر سفید کی غلامی پسند کرتے ہیں۔ ایسے حکمرانوں اور نام نہاد لیڈرز کو یاد رکھنا چاہیے کہ امریکی دوستی ہمیشہ تباہی کا پیغام ہی لاتی ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ہمیشہ ہی اقتدار کے مزے لوٹتے اور مقروض قوم کے خرچ پر دنیا گھومتے، وزارتوں کے مزے لوٹتے، سرکاری خرچ پر عیاشیاں کرتے، ٹیکسوں کی کمائی سے مہنگے ملبوسات خریدتے اور کرپشن کی دولت کو غیر ملکی بنکوں میں سنبھالتے حکمرانوں کو یہ بات اکثر سمجھ نہیں آیا کرتی۔

نعتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

پروفیسر خالد شبیر احمد

جذبۂ عشق نے سینے میں مچلنا سیکھا
آپ آئے تو زمانے نے سنبھلنا سیکھا

گُنگ لمحوں کو ہوئی قوتِ اظہار عطا
دامنِ خیر میں حق بات نے پلنا سیکھا

کفر اور شرک کے سب بُت ہوئے ریزہ ریزہ
حق کے انوار میں ظلمات نے ڈھلنا سیکھا

پہنا انسان نے اس وقت لباسِ عظمت
سایۂ خیر میں جب صِدق نے پلنا سیکھا

پائی بھٹکے ہوئے انساں نے یقین کی منزل
نورِ قرآن نے سینوں میں اُترنا سیکھا

ہوئی سیراب زمانے کی یہ ویراں دھرتی
چشمۂ حق نے مدینے سے ابلنا سیکھا

ملی بے راہ زمانے کو قیادت ان کی
راہِ تہذیب پہ انسان نے چلنا سیکھا

آپ کے دم سے سہارے ملے بے کس دل کو
نئے انداز سے دنیا نے سنبھلنا سیکھا

ظلمتِ دَہر نے پھر دیں کے اُجالے دیکھے
شمعِ توحید نے جب طیبہ میں جلنا سیکھا

دے گئے دہر کو وہ درسِ اُخوت خالؔد
پیار کے رنگ میں نفرت نے بھی ڈھلنا سیکھا

منقبتِ امیرالمؤمنین خلیفۂ راشد و برحق سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ

امام سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ

تو ہے خالِ فاطمہؓ حسنینؓ کا نانا ہے تو
واہ کیا رشتہ ہے تیرا؟ بے خِلاف و بے کلام

تیرے فضل و منقبت کے متعرف جنّ و بشر
تیری دانش کا ہے شاہد خود یہ چرخِ نیلی فام

حلم و حکمت عدل و تقویٰ ، تیری فطرت اور شعار
دھوم ہے تیری عَرَب میں اور عَجم میں تیرا نام

لاکھ کِسریٰ اور فلاطوں ، تیری جوتی پر نِثار
لاکھ ذوالقرنین اور لقمان ہیں تیرے غلام

ہادی وَ مَہدیِّ امّت ، کاتبِ وحیِ مبیں
معتمَد شیخین کا اور مستقل پنجم امام

تھا خلافت کی بشارت اِنْ وَلِیتَ کا خطاب
حق بہ جانب تھا علیؓ کے بعد ہی تیرا نظام

تو نے بے شک دی زمامِ کار در دستِ یزید
یہ عمل نہ کفر تھا، نہ فِسق و مکروہ و حرام

حد سے حد تھا ترکِ افضل، اخذِ مفضول و پسر
خود ہیں ظالم اور فاسق، جو کریں تجھ پر ملام

باقی تقلیدِ عمرؓ تو خود علیؓ نہ کر سکے
وقتِ رخصت تھے خلافت سے حسن کب بے مَرام

تو خوارج کی ضلالت اور قساوت سے خبیر
اور سَبَائیت کی سازِش کو کچلنا تیرا کام

قولِ اعمشؒ، تابعی میں سیِّدِ اعظم، ہے تو
کون ہے جس کو سیاست میں ملا ہو یہ مقام

ساری دنیا کے ولی ہوں اک طرف تو اک طرف
تو صحابی اور صحابہ میں بھی ہے فرخندہ نام

الغازی مشینری سٹور
ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں
بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

کیا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ مُتَغَلِّب تھے؟

پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی

اسلام میں انعقادِ خلافت کے چار طریقے ہیں (۱) بیعت (اہلِ حل وعقد) (۲) استخلاف (۳) شوریٰ (۴) استیلاء حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور حضرت حسنؓ کی خلافت پہلے تین طریقوں کے ذریعے منعقد ہوئی جبکہ حضرت معاویہؓ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ بطریقِ استیلاء وتغلّب (یعنی جبراً وقاہراً) مسلط ہوئے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ: ''چوتھا طریقہ (انعقاد خلافت کا) استیلاء ہے اس کی صورت یہ ہے کہ جب خلیفہ کی وفات ہوجائے اور کوئی شخص بغیر (اہلِ حل وعقد کے) بیعت کیے ہوئے اور بغیر (سابق خلیفہ کے) استخلاف کے، خلافت کو لے لے اور سب لوگوں کو تالیف قلوب یا جنگ وجبر سے اپنے ساتھ کرلے تو (یہ شخص) خلیفہ ہوجائے گا اور اس کا جو فرمان شریعت کے موافق ہوگا، اس کی بجا آوری سب لوگوں پر لازم ہوگی۔ اور اس چوتھے طریقے کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم یہ ہے کہ استیلاء کرنے والا (خلافت کی) شرطوں کو جامع ہو اور بغیر ارتکاب کسی ناجائز امر کے (صرف) صلح اور تدبیر سے مخالفوں کو (مزاحمت سے) باز رکھے۔ یہ قسم عند الضرورت جائز ہے۔ حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ کی خلافت کا انعقاد حضرت علی المرتضیٰؓ کی وفات کے بعد اور حضرت امام حسنؓ کے صلح کر لینے کے بعد اسی طرح ہوا تھا''۔

(ازالۃ الخفاء، جلد اوّل ص ۲۴، ۲۵)

بانی جماعت اسلامی سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ صاحب لکھتے ہیں کہ:

> ''درحقیقت چاروں خلفاء اس معاملہ میں بالکل یکساں تھے کہ ان کی خلافت دی ہوئی خلافت تھی نہ کہ لی ہوئی خلافت۔ ملوکیت کا آغاز اسی قاعدے کی تبدیلی سے ہوا۔ حضرت معاویہؓ کی خلافت اس نوعیت کی خلافت نہ تھی کہ مسلمانوں کے بنانے سے وہ خلیفہ بنے ہوں اور اگر مسلمان ایسا کرنے پر راضی نہ ہوتے تو وہ نہ بنتے۔ وہ بہر حال خلیفہ ہونا چاہتے تھے انہوں نے لڑکر خلافت حاصل کی، مسلمانوں کے راضی ہونے پر ان کی خلافت کا انحصار نہ تھا، لوگوں نے انہیں خلیفہ نہیں بنایا وہ خود اپنے زور سے خلیفہ بنے اور جب وہ خلیفہ بن گئے تو لوگوں کے لیے بیعت کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا۔ اس وقت ان سے اگر بیعت نہ کی جاتی تو اس کا نتیجہ یہ نہ ہوتا کہ وہ اپنے حاصل کردہ منصب سے ہٹ جاتے بلکہ اس کے معنی خون ریزی وبدنظمی کے

تھے جسے امن اور نظم پر ترجیح نہیں دی جاسکتی تھی۔ اس لیے امام حسنؓ کی دست برداری کے بعد تمام صحابہ و تابعین اور صلحائے امت نے ان کی بیعت پر اتفاق کیا اور اس کو ''عام الجماعت'' اس بناء پر قرار دیا کہ کم ازکم باہمی خانہ جنگی تو ختم ہوئی'' (خلافت وملوکیت ص ۱۵۸، سترہویں اشاعت، جون ۱۹۸۲ء)

دراصل جناب مودودی صاحب اور ان کے ہم خیال حضرات نے یہ نظریہ خوارج سے مستعار لیا ہے چنانچہ مشہور مصری مؤرخ علامہ محمد الخضری لکھتے ہیں کہ:

''(خوارج کے نزدیک) حضرت معاویہؓ نے خلافت پر بزور تسلط حاصل کیا۔ مسلمانوں کی رضامندی کے بغیر اقتدار وغلبہ حاصل کر لینے کے سبب سے امیر معاویہؓ برأت یعنی بے تعلقی اور علیحدگی ظاہر کرتے ہیں۔''

(تاریخ التشریع الاسلامی ص ۱۹۴، ۲۳۷۔ مترجمہ مولانا عبدالسلام ندوی)

سوال یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ نے کس کے ساتھ لڑ کر خلافت حاصل کی؟ جنگ صفین میں تو انہوں نے اپنے دفاع میں تلوار اٹھائی۔ پھر اس جنگ کے بارے میں بھی جمہور علمائے کرام کی متفقہ رائے یہ ہے کہ وہ قصاصِ عثمانؓ کے مسئلہ پر لڑی گئی۔ خلیفہ تو وہ حضرت حسنؓ کی دست برداری کے بعد منتخب ہوئے اور وہ بھی بغیر لڑے بھڑے۔ اگر بالفرض ارادہ جنگ ثابت بھی کر دیا جائے تو اس میں بھی دفاعی پہلو ہی سامنے آئے گا کہ حضرت معاویہؓ نے قیس بن سعد کی لشکر کشی کے جواب میں اپنی فوج کو آگے بڑھنے کا حکم دیا تھا۔ اس فوجی نقل وحرکت کی اطلاع جوں ہی لشکرِ حسنؓ میں پہنچی تو اس میں بھگدڑ مچ گئی اور انھوں نے آپس ہی میں لوٹ مار شروع کر دی۔ حتیٰ کہ اپنے امام اور خلیفہ کو بھی زخمی کر دیا۔ اس رویہ سے بد دِل ہو کر نیز امت کی خیر خواہی کے پیش نظر حضرت حسنؓ نے حضرت معاویہؓ کی طرف سے صلح کی پیش کش کو شرفِ قبولیت بخشتے ہوئے ان کے حق میں بلا کسی جبر واکراہ اور برضا ورغبت نہ صرف خلافت سے دست برداری اختیار کر لی بلکہ اپنے رفقاء سمیت ان کے ہاتھ پر بیعت بھی کر لی۔ تاریخ کے کسی کونے کھدرے سے یہ بات نہیں دکھائی جاسکتی کہ اس عملِ بیعت اور انتقالِ اقتدار میں کسی ابن الاشتر، کسی حکیم بن جبلہ اور کسی غافقی بن حرب نے کسی کو تلوار کے زور سے بیعت پر مجبور کیا ہو۔

صلح کے لیے حضرت معاویہؓ کی تڑپ، مراسلت، مشاورت، مذاکرات اور بالآخر شرائط تحریر کرنے کے لیے سادہ ومختوم کاغذ فریقِ مخالف کے پاس بھیجنا خود اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ حضرت معاویہؓ نے لڑ کر اور بزور طاقت خلافت ہرگز حاصل نہیں کی۔

یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ تنہا اور کمزور نہیں تھے ان کے ساتھ چالیس ہزار جنگ جوؤں پر مشتمل ایک لشکر جرار تھا۔ ایسے حالات میں ان کے ساتھ لڑ کر خلافت کیوں کر حاصل کی جاسکتی تھی؟ یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے تھے تو اب سوال یہ ہے کہ انہیں کس اتھارٹی نے خلیفہ منتخب کیا تھا؟ کیا مسلمانوں کے تعاون اور رضامندی کے بغیر بھی کسی اسلامی مملکت پر بزور وجبر قبضہ کیا جاسکتا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتخاب بطریق ''استیلاء'' ہرگز نہیں ہوا بلکہ پوری مملکت اسلامی کے نمائندے اجتماع میں اہلِ حل وعقد اور صحابہ وتابعین کے برضا ورغبت بیعت کر لینے کی وجہ سے عمل میں آیا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کیوں دست بردار ہوئے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کس طرح خلیفہ منتخب ہوئے؟ اسے سمجھنے کے لیے صحیح بخاری کی حسبِ ذیل حدیث ہدیۂ قارئین کی جاتی ہے۔

حضرت حسن بصری روایت کرتے ہیں کہ اللہ کی قسم! حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں پہاڑوں کی طرح کی فوجیں لے کر آئے تھے۔ حضرت عمرو بن عاص نے کہا: ''مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ فوج مخالفین کو شکست دیے بغیر پیٹھ نہ موڑے گی۔''

یہ سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا جو اُن دونوں (عمرو بن عاص ومعاویہ) میں بہتر تھا کہ ''اگر اِنہوں نے اُنہیں مارا یا اُنہوں نے اِنہیں مارا تو اس خون ریزی کا ذمہ دار کون ہوگا؟ اور ان کی عورتوں اور بچوں کی کون خبر گیری کرے گا؟''

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دو قریشی آدمیوں کو جن کا تعلق قبیلہ بنی عبد شمس سے تھا اور جن کا نام عبدالرحمٰن بن سمر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ تھا بلایا اور ان سے کہا کہ تم جا کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے صلح کی بات کرو اور انہیں صلح کی دعوت دو اور وہ جو کہیں مان لو۔

غرض یہ دونوں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور گفتگو کی اور صلح کے طلب گار ہوئے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: ''ہم عبدالمطلب کی اولاد ہیں ہم نے تو اس مال سے تکلیف ہی اٹھائی ہے لیکن یہ جماعت خون ریزی میں مبتلا ہو چکی ہے (ان کو تو مال دے کر ہی خون ریزی سے روکا جا سکتا ہے ورنہ یہ پھر کوئی فتنہ اٹھائیں گے) تو وہ دنوں کہنے لگے کہ: ''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کو اتنا مال دینے پر راضی ہیں اور آپ سے صلح چاہتے ہیں جو شرائط آپ چاہیں منظور کر سکتے ہیں۔''

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس بات کی ذمہ داری کون لیتا ہے؟ ان دونوں نے کہا: ہم ذمہ دار ہیں۔ اس کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے جو شرط بھی رکھی، ان دونوں نے کہا ہم اس کے ذمہ دار ہیں۔ الغرض حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی۔

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ کو منبر پر دیکھا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ کے پہلو میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی لوگوں کی طرف اور کبھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوتے اور فرماتے: میرا یہ بیٹا سردار ہے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو بڑے جماعتوں میں صلح کرا دے۔ (صحیح بخاری، کتاب الصلح، باب قول النبی للحسن بن علی ابنی ہذا سید...... رقم الحدیث ۲۷۰۴)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت سے دست برداری اور اپنے رفقاء وامرائے لشکر سمیت برضا و رغبت بیعت کر لینے کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ عالمِ اسلام کے متفقہ خلیفہ ہو گئے۔ اس طرح امت مسلمہ کی باہمی خانہ جنگی اور انتشار کا دور ختم ہو کر امن وسلامتی میں تبدیل ہو گیا، پوری ملت اسلامیہ نے سُکھ اور سکون کا سانس لیا اور اس بات کی خوشی منائی گئی کہ اب اسلامی مملکت کا ہر مسلمان ایک اللہ، ایک رسول، ایک کتاب، ایک قبلہ، ایک دار الخلافہ اور ایک ہی خلیفہ سے وابستہ ہے۔

حافظ ابن عبدالبر اندلسی لکھتے ہیں کہ:

''و اجتمع الناس علیه حین بایع له الحسن بن علی و جماعته ممن معه ...... و ذلک فی ربیع الاول او جمادی الأولیٰ سنة احدی و اربعین فیسمی عام الجماعة ...... قال الأوزاعی أدرکتُ خلافةَ معاویة جماعةٌ من اصحابِ رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لم ینتزعوا یداً من طاعة ولا فارقوا جماعة. ''(الاستیعاب مع الاصابہ، جلد۳، ص۳۹۸ تا ۴۰۰)

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما اور ان کی جماعت کے بیعت کرنے کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر پوری ملّت اسلامیہ کا اجماع ہو گیا اور یہ واقعہ ربیع الاول یا جمادی الاولی، ۴۱ ہجری کا ہے۔ پس اس سال کا نام ہی ''عام الجماعۃ'' ہو گیا۔ امام اوزاعی نے کہا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ بہت سے صحابہ نے پایا لیکن کسی ایک نے بھی نہ ان کی اطاعت سے ہاتھ کھینچا اور نہ ہی جماعت سے علیحدگی اختیار کی۔

مشہور مؤرخ ابن عساکر لکھتے ہیں کہ:

''و صالح الحسن بن علی معاویة بن ابی سفیان وسلم له الامر و بایعه الناس جمیعاً فسمی عام الجماعة'' (تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر، جلد۱۶، ص۷۰۴ تحت ترجمہ معاویہ رضی اللہ عنہ)

اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے ساتھ مصالحت کر لی اور خلافت کا معاملہ انہیں سونپ دیا اور تمام لوگوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی، پس اس سال کا نام ہی عام الجماعۃ رکھ دیا گیا۔

امام ابن کثیر لکھتے ہیں کہ:

'' وسمی هذا العام عام الجماعة لاجتماع الکلمة فیه علی امیر واحد بعد التفرقة'' (البدایۃ والنہایہ، جلد۸، ص۲۱)

یعنی انتشار کے بعد ایک ہی خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت ہو جانے کے بعد کلمۂ اسلام پر اتفاق کی بنا پر اس سال کا نام ہی عام الجماعۃ رکھ دیا گیا۔

موصوف اسی کتاب میں آگے چل کر لکھتے ہیں کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ عام الجماعۃ میں مدینہ منورہ تشریف لائے تو ان سے قریش کے لوگوں نے ملاقات کی اور کہا:

''الحمد للہ الذی اعز نصرک واعلیٰ امرک'' تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں جس نے آپ کی مدد کی اور آپ کا معاملہ بلند کر دیا۔ (حوالہ مذکور، ص ۱۳۲)

حافظ ابن حجر عسقلانی بحوالہ ابن بطال صلحِ حسن رضی اللہ عنہ اور بیعت کا ذکر بایں الفاظ کرتے ہیں کہ:

''سلّم الحسن لمعاویۃ الامر و بایعہ علیٰ اقامۃ کتاب اللہ و سنۃ نبیہ و دخل معاویۃ الکوفۃ وبایعہ الناس فسمیت سنۃ الجماعۃ لاجتماع الناس وانقطاع الحرب و بایع معاویۃ کل من کان معتزلاً للقتال کابن عمرو سعد بن ابی وقاص و محمد بن مسلمۃ''

(فتح الباری، جلد۱۳ص ۵۳، تحت قولہ سار الحسن بن علی الی معاویۃ بالکتائب)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کتاب اللہ اور سنت نبوی کے قیام کی شرط پر امرِ خلافت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر کے باقاعدہ بیعت بھی کر لی۔ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کوفہ میں داخل ہوئے اور عام لوگوں نے ان سے خلافت کی بیعت کی۔ پس باہمی جنگ کے خاتمے اور لوگوں کے ایک خلیفہ پر اتفاق واتحاد کی وجہ سے اس سال کا نام ''سنۃ الجماعۃ'' رکھا گیا۔ نیز حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر (سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں) باہمی قتال کے وقت غیر جانب دار رہنے والوں میں سے بھی ہر ایک نے بیعت کر لی۔ جیسے ابن عمر، سعد بن وقاص اور محمد بن مَسلَمہ رضی اللہ عنہم وغیرہم۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''و امّا خلافۃ معاویۃ بن ابی سفیان فثابتۃ صحیحۃ بعد موت علیٍ و بعد خُلعِ الحسن بن علی نفسہ عن الخلافۃ و تسلیمھا الیٰ معاویۃ'' (غنیۃ الطالبین، ص ۱۹۱)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت شہادت علی رضی اللہ عنہ کے بعد اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے خلافت سے دستبردار ہو جانے اور اسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دینے کی وجہ سے ثابت اور صحیح ہے۔

محدث ابن حجر الہیتمی لکھتے ہیں کہ:

''غور کیجیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حاکم بننے کی جو بشارت دی اور انہیں احسان کرنے کا حکم دیا۔ یہ حدیث ان کی خلافت کی صحت اور اس کے حق ہونے کو ثابت کرتی ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ

کی دست برداری کے بعد وہ اس کے مستحق تھے اور رسول اللہ کا انہیں احسان کا حکم دینا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان کی امارت وخلافت حق تھی''

ان کے تصرفات بھی حق تھے اور ان کے احکامات بھی خلافت کے صحیح ہونے کی وجہ سے درست تھے۔

لا من حیث التغلّب لان المتغلّب فاسق معاقب لا یستحق ان یبشر ولا أن یؤمر بالاحسان فیما تغلّب علیہ بل انما یستحق الزجر والمقت والاعلام بقبیح افعالہ وفساد احوالہ. فلو کان معاویۃ متغلّبا لأشارَ لہٗ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الی ذٰلک او صرّح لہ بہ فلمّا لم یشر لہ فضلاً عن ان یصرّح الاّ بما یدل علی حقیۃ ما ھو علیہ، علمنا انہ بعد نزول الحسن لہ خلیفۃ حق و امام صدق.

یہ نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تعریف اس لیے فرمائی کہ وہ بزور خلیفہ بن جائیں گے۔ کیونکہ زبردستی خلیفہ بننے والا فاسق اور قابل سزا ہوتا ہے نہ یہ کہ اسے خوش خبری کا حق دار سمجھا جائے اور نہ ہی اس طرح کے شخص کو احسان کا حکم دیا جاتا ہے بلکہ وہ تو زجر اور سزا کا حق دار ہوتا ہے اور برے کاموں اور کرتوتوں کی بناء پر اس کی تشہیر ضروری ہوتی ہے۔ لہٰذا اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ زبردستی خلیفہ بنے ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرف ضرور اشارہ فرماتے یا اس کی تصریح فرما دیتے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرف کوئی اشارہ نہ فرمایا چہ جائیکہ کوئی تصریح فرماتے بلکہ اس کے برعکس آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی خلافت کے حق ہونے کی طرف اشارہ فرما دیا۔

اس سے ہمیں معلوم ہوا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے دست بردار ہونے کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہی خلیفہ برحق اور امام صدق تھے۔ (الصواعق المحرقۃ فی الرد علی اہل البدع والزندقۃ، ص ۲۱۹۔ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

اہل تشیع نے بھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی دست برداری اور بیعت کا اعتراف کیا ہے چنانچہ مشہور شیعہ مؤرخ اور مجتہد محمد بن عمر کشی لکھتا ہے کہ:

حضرت جعفر صادق فرماتے ہیں کہ معاویہؓ نے حضرت حسنؓ کی طرف ایک مکتوب ارسال کیا کہ آپ اور آپ کے بھائی حضرت حسینؓ اور حضرت علیؓ کے دیگر احباب ہمارے ہاں تشریف لائیں تو ان کے ہمراہ قیس بن سعد بن عبادہؓ بھی روانہ ہوئے اور شام پہنچ گئے۔

حضرت معاویہؓ نے انہیں ملاقات کی اجازت دی اور (اس مجلس میں) ان کے لیے کئی خطبا کا بھی انتظام کیا۔ حضرت معاویہؓ نے کہا:

''یَا حَسَنُ قُمْ فَبَایِعْ فَقَامَ فَبَایَعَ ثُمَّ قَالَ لِلْحُسَیْنِ قُمْ فَبَایِعْ فَقَامَ فَبَایَعَ ثُمَّ قَالَ یَا قَیسُ قُمْ فَبَایِعْ فَالْتَفَتَ لَلْحُسَیْنِ یَنْظُرُ مَا یَأْمُرُہٗ فَقَالَ یا قَیْس اِنَّہٗ اِمَامِیُ یَعْنِی الْحَسنُ.

اے حسنؓ اٹھیے اور بیعت کیجیے یہ سن کر حضرت حسنؓ اٹھے اور حضرت معاویہؓ کی بیعت کی۔ پھر یہی بات انہوں نے حضرت حسینؓ سے کہی چنانچہ انہوں نے بھی بیعت کر لی۔ پھر کہا اے قیس! اٹھو اور بیعت کرو تو انہوں نے حضرت حسینؓ کی

طرف دیکھا کہ وہ اس بارے میں کیا حکم دیتے ہیں؟ اس پہ حضرت حسینؓ نے فرمایا: اے قیس حضرت حسنؓ میرے قائد ہیں یعنی جب انہوں نے بھی اور میں نے بھی بیعت کر لی تو اب کیسا استفسار؟ (رجال کشی تحت تذکرہ قیس بن سعد ص ۱۰۲)

مشہور شیعہ عالم شیخ ابو جعفر الطّوسی نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

''اَلَا وَ اِنِّی قَدْ بَایَعْتُ ھٰذا وَ اَشَارَ بِیَدِہٖ اِلٰی مُعَاوِیۃ'' حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: خبردار میں نے ان سے بیعت کر لی ہے۔

(امالی، جلد۲، ص۱۸۰، تحت مجلس یازدہم)

اس تفصیل سے بات ثابت ہوگئی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتخاب بطریق استیلاء و تغلّب ہرگز نہیں ہوا تھا بلکہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہم کے طریق ہائے انتخاب کی طرح شوریٰ، استخلاف اور اہل حل و عقد کی طرف سے بیعت کر لینے کی بناء پر ہی ہوا تھا۔

اگر بقول مودودی صاحب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو العیاذ باللہ ''متغلّب'' یعنی جبراً خلافت پر قابض ہونے والا قرار دے دیا جائے تو ایسا شخص فاسق اور قابل سزا ہوتا ہے جب کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت و خلافت اللہ اور اس کے رسول کی پسندیدہ تھی۔ نیز اس سے نہ صرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر بلکہ تمام صحابہ و تابعین پر بھی ''فسق'' کا الزام عائد ہوگا جو سراسر قرآن کی تکذیب ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بنص قرآنی راشد ہیں اور انہیں منتخب کرنے والے بھی راشد ہیں جب کہ ان راشدین میں ایک خلیفہ راشد حضرت حسن رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔ جنہوں نے اپنے شفیق نانا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیش گوئی ''اِنَّ ابْنِیْ ھٰذَا سَیِّدٌ لَعَلَّ اللّٰہُ اَنْ یُّصْلِحَ بِہٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ '' کا مصداق بن کر نہ صرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مصالحت کی بلکہ ان کے حق میں خلافت سے دست بردار ہو کر باقاعدہ ان کے ہاتھ پر بیعت بھی کر لی۔

علماء حق کا ترجمان

المیزان

ناشران و تاجرانِ کتب

دینی، تاریخی، سیاسی، ادبی اور اصلاحی کتابوں کا معیاری ادارہ

دینی مدارس کے طلباء کے لیے وفاق المدارس کا تمام نصاب سب سے زیادہ رعایتی قیمت پر

الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور 042-7122981-7212762

آپ کو بنوامیّہ سے کیا ملے گا؟

پروفیسر حمزہ نعیم

نبی کے فلک کے ہیں یہ چاند تارے
یہ باغِ رسالت کی خوشبو ہیں سارے

''حمزہ صاحب آپ کو بنی امیّہ سے کیا ملے گا؟'' کئی سالوں کے بعد ملاقات کا شوق لیے اپنے ایک موجودہ رفیق کار پروفیسر ظفر اقبال حسین کے ہمراہ اپنے یونیورسٹی کے ایک ہم جماعت سے ملنے گورنمنٹ کالج لاہور حاضر ہوا تھا۔ وہ یہاں شعبہ عربی اور شعبہ علوم اسلامیہ کے چیئرمین تھے۔ ایک مسلمان بھائی سے خصوصاً علوم عربیہ واسلامیہ کے ماہر سے ملنے میں باہمی تعلّقات توحُبِّ رسول اور حُبِّ اصحابِ رسول ہی ہوسکتی ہے۔ اِسی عنوان پر میں نے کسی صحابیِ رسول کا محبت بھرا ذکر کیا تھا۔ مجھے نہیں یاد وہ محبوب صحابی کون سے تھے لیکن شاید اُن کا تعلق آج کی بولی میں بنی اُمیّہ سے تھا۔ مبارک و مسعود ذکر کانوں میں پڑتے ہی اُن صاحب کا رنگ لال پیلا ہوگیا تھا، غصّہ اُن سے برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ انھوں نے مجھے ڈانٹ کر وہ کہا جو میں نے شروع میں لکھ دیا ہے۔

میں نے عرض کیا، جنابِ من! بنی اُمیّہ سے تو کچھ نہیں ملے گا، آپ سچ کہہ رہے ہیں مگر ٹھنڈے دل سے سوچ لیں، ہاشمی سردار ابولہب سے کچھ مل جائے گا؟ قریش کے دیگر سردار ابوجہل، اخنس بن شریق، امیہ بن خلف اور حضرت ہاشم کے بھائی نوفل کے قبیلے کے سردار مطعم بن عدی کام آجائیں گے؟

نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں: ''مَنْ بَطَّأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ'' جس کا کردار وعمل اور عقیدہ اُسے سست کر دے اُس کی خاندانی بڑائی شرافت ونجابت رفتار میں اضافہ نہیں کرے گی۔ تو کیا ہمیں یہ حکم نہیں دیا گیا کہ ایمان اور تقویٰ ہی معیار بزرگی ہے اور صحبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تو بلال رضی اللہ عنہ کو بھی وہاں پہنچا دیا کہ ثانی رسول صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد سب صحابہ میں افضل سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اُن کو ''سیدنا بلال'' بلال ہمارے سردار ہیں، کہنے پر خوشی محسوس کرتے ہیں۔ محترم دوست سننے پر آمادہ نہیں تھے اور ضد اور تعصب ایسی لاعلاج بیماریاں ہیں کہ خود رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان بیماریوں کے مریض لا علاج رہے، داخل سقر و ہمکنارِ نار ہوئے۔ میرے

ہمراہی نے خیر خواہی کرتے ہوئے بات کا رخ موڑا اور ہم رخصت ہوئے۔ اُس دن مجھے شدید صدمہ ہوا کہ تاریخ کا رطب و یابس ایک خاصے تعلیم یافتہ شخص پر بھی کتنی سختی سے اثر انداز ہوتا ہے...... قرآن پاک میں کہیں بنی اُمیّہ اور بنی ہاشم کو بُرا یا اچھا نہیں کہا گیا، صرف ''قریش'' پر احسانات جتا کر رب کعبہ کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔

حدیث پاک میں یہ تو ہے کہ اللہ پاک نے مجھے پاک اَصلاب اور پاک اَرحام میں رکھا۔ یہ بھی ہے کہ ''اللہ نے مجھے چن لیا اور میرے صحابہ کو چن لیا۔'' بعض کو میرے اصہار اور بعض کو انصار بنایا۔ مگر یہ کہیں نہیں آیا کہ بنی اُمیّہ یا بنی عبد شمس برے تھے اور یہ بھی نہیں آیا کہ سارے بنی ہاشم اچھے تھے۔ ''سین کو سلام'' تو جہالت کی بولی ہے۔ یہاں تو ''اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ'' اور ''لَیْسَ لَعَرَبِیٍّ عَلٰی عَجَمِیٍّ فَضْلٌ اِلَّا بِالتَّقْوٰی''...... ''بے شک اللہ کے ہاں بزرگ تم میں سے وہی ہے جو زیادہ تقوی والا ہے۔'' اور ''کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ ہو تو ہے'' کا غلغلہ ہے۔

نبی مکرّم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں اپنے خاندان کی نجابت اور شرافت کا ذکر کیا ہے وہاں بھی بنی کنانہ کا ذکر فرمایا ہے اور جب دعوت ذی العشیر ہ میں اہل خاندان کو بلایا تھا، اس میں بنی عبد مناف کو بھی مدعو فرمایا (حیاۃ الصحابہ)۔ ابوجہل نے جب اپنے جیسے ایک دوسرے مشرک کے سامنے نبوت کا انکار کیا تھا تب اس نے بھی بنی عبد مناف کا ذکر کیا تھا۔ (تاریخ مسلمانان عالم) بنی عبد مناف کو نشانہ بنانے پر دفاع کرنے والا عبد مناف ہی کا ایک پوتا بنی عبد شمس میں سے تھا۔ ہمیں جملہ مسلمانوں کو جو سکھایا جاتا تھا کہ نبی کی چار پشتیں یاد کرنا ضروری ہیں وہ بھی نبی مکرّم کی چوتھی پشت جناب بنی عبد مناف تک ہیں۔ پھر عبد مناف اگر ایک بڑا خاندان ہے تو عبد شمس، نوفل، مُطلّب اور ہاشم چاروں بیٹوں کی اولاد اس شجرۂ طیّبہ کی بڑی شاخیں ہیں۔ ان چاروں بیٹوں کی اولاد کے آپس میں رشتے ناطے، محبت مودت دو پہر کے سورج سے زیادہ واضح ہیں۔ مگر مجوسی مؤرخین اور آل سبا کے معاندینِ اسلام نے دیکھا کہ اصحابِ رسول کو سبّ وشتم کرنا بے حد دشوار اور ٹیڑھی کھیر ہے تو اُن کے سازشی ذہن نے ایک خطرناک چال چلی۔ وہ یہ کہ روایت بنائی کہ عبد مناف کے دو بیٹے ہاشم اور اُمیّہ اکٹھے پیدا ہوئے۔ اُن کے جسم جڑے ہوئے تھے تلوار سے جُدا کیے گئے، پھر دونوں کی اولادوں میں ہمیشہ تلوار چلتی رہی۔ پراپیگنڈا اتنا زیادہ کیا گیا کہ کسی نے یہ بھی نہ سوچا کہ عبد مناف کے چاروں بیٹوں میں اُمیّہ کسی کا نام نہیں۔ ہاں اُمیّہ عبد شمس کا بیٹا اور عبد مناف کا پوتا ہے۔ اس طرح ہاشم چچا اور اُمیّہ بھتیجا ہوئے۔ کبھی چچا اور بھتیجا بھی ایک ماں کے پیٹ سے (توأم) پیدا ہوتے ہیں؟ عبدالمُطلّب کی دو بیٹیوں کی شادیاں بنی عبد شمس میں، بنی عبد شمس کی دو بیٹیوں کی شادیاں بنی ہاشم میں...... نبی پاک کی تین بیٹیاں بنی عبد شمس (بنی اُمیّہ) میں۔ حضرت علی کی تین بیٹیاں بنی مروان (بنی اُمیّہ) میں اور اسی طرح بیسیوں رشتے واقعہ کربلا سے پہلے بھی اور واقعہ کربلا کے بعد بھی ہوتے رہے ہیں۔ آج بس اتنی بات پر ٹھنڈے دل سے غور فرمالیں۔

سزائے شتمِ رسول...... عقل اور روایت کے میزان میں

مولانا احسن احمد عبدالشکور

اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی صلاح وفلاح کے لیے جو راستہ متعیّن کیا ہے، وہ صرف ایک اور متعیّن ہے، کئی اور متعدد نہیں ہیں۔ اور یہ متعیّن راہ نامکمّل اور ادھورا نہیں ہے۔ بلکہ ہر شعبۂ زندگی، جہاتِ دنیا کے ہر ہر پہلو پر حاوی ہے۔ غرض زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جو تشنہ ہو۔ ارشادِ ربّانی ہے:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْناً.

ترجمہ: آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمّل کر دیا، اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔

اور تمھارے لیے دینِ اسلام کو پسند کیا۔ (المائدہ،۳)

دیکھا جائے تو اس ایک آیت میں تین دعوے ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کا انسانیت کے لیے پسند کردہ راستہ ''دینِ اسلام'' ہی ہے۔

۲۔ اسلام ایک مکمل دین ہے۔

۳۔ چونکہ دینِ اسلام ایک پورا ضابطہ ہے۔ لہٰذا اس آیت کی روشنی میں اسلام کے سِوا کسی اور راہ، جسے اسلام کا متبادل قرار دیا جاسکے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

یہی دعویٰ قرآن مجید میں صراحت کے ساتھ بھی منقول ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

وَ مَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ.

ترجمہ: جو شخص اسلام کے سِوا کوئی اور دین ڈھونڈے گا تو اس سے (وہ دین) ہرگز قبول

نہ کیا جائے گا۔ اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا۔ (آل عمران،۸۰)

اب دیکھنا یہ ہے کہ دین ہے کیا۔ تو معلوم ہے کہ دین ''عقائد و اعمال'' کے مجموعہ کا نام ہے، اعمال کے مختلف شعبے ہیں، اچھے اعمال کو اخلاق بھی کہتے ہیں۔ اخلاق جن جن کیفیات کا نام ہے، ان میں سے ایک کیفیت وہ ہے جسے عبادت کہتے ہیں۔ عبادت کا حاصل اس کے سوا کچھ نہیں کہ ''مُنعِم'' سے محبت ہو۔ اور ولی نعمت کے سامنے ضرورت مندانہ حالت میں عجز و بے چارگی کا مظاہرہ ہو۔ قوموں اور ملّتوں کے صدہا اختلافات کے باوجود، اس مرکزی نقطہ پر اتفاق ہے۔

اگر اختلاف ہے تو ولیِ نعمت کی تعیین اور اظہارِ محبت کے پیمانوں میں ہے۔

طبیعیین (نیچری) نعمتوں کا سرچشمہ ''عناصر'' کو سمجھتے ہیں۔

صائبین کواکب کی حرکتوں سے اس کا جوڑ لگاتے ہیں۔

مشرکانہ ذہن نعمتوں کی اس فراوانی میں سب کو تو نہیں مگر کچھ کو اپنے من گھڑت اور خانہ ساز شریکوں کا اثر قرار دیتا ہے۔

اور نبوت کا نظریہ، یہاں بالکل صاف اور واضح ہے کہ:

''ہستی کی گود میں، جو کچھ، جتنا کچھ اور جیسا کچھ بھی ہو رہا ہے، وہ بلا شرکتِ غیرے اللہ جلّ جلالہٗ کی کارفرمائی ہے۔ اسی موڑ پر پھسل جانے والے گمراہ ہوئے ہیں۔ موٹی سے موٹی بات یہ کہ اللہ جلّ شانہٗ کی ذات میں مخلوق کی صفات کا پَرتو یا مخلوق میں واجبی اوصاف کی جھلک دیکھنا تمام برائیوں کی جڑ اور تمام غلط عقیدوں کا سرچشمہ ہے۔''

اسی طرح مذکورہ بالا اظہارِ محبت یعنی عبادت کے بارے میں اہلِ اسلام جو کچھ جانتے ہیں وہ یہی ہے کہ اسلام میں عبادت کے عبادت ہونے کے لیے دو بنیادی شرطیں ہیں۔

۱۔ اِخلاص۔ ۲۔ اتباعِ سنّت

عبادت اِس کے سوا کچھ نہیں کہ اِنعامات کی بے پایاں بارش دیکھ کر خواہ مخواہ آدمی تو آدمی، حیوانات میں بھی وجدانی طور پر ایسی محبت پیدا ہو جاتی ہے جس میں اپنی نیازمندی اور منعم کی عظمت کی آمیزش ہوتی ہے۔ اسی تعظیم و تذلّل کے امتزاجی پیمانہ سے عبادت کی قسمیں بنتی ہیں۔

اسی لیے اصل عبادت تو اللہ جلّ شانہٗ کی محبت ہے۔ نہ صرف محبت بلکہ بلاشرکت غیرے محبت اللہ جلّ شانہٗ کی عبادت ہے۔ اس کے ساتھ کسی سے بھی محبت نہیں ہو سکتی۔ محبت اگر کسی سے ہو سکتی ہے تو صرف اُس کی خاطر ہو سکتی ہے۔ مثلاً انبیاء و اولیاء سے اِسی لیے تو محبت ہوتی ہے کہ وہ اللہ والے ہوتے ہیں۔

پھر وہ اخلاقی پیمانہ جسے عبادت کا جامہ پہنا کر، ہم اپنے مُنعم (یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ) سے محبت کا اظہار کرنا چاہتے ہیں، اس کا ظاہری لبادہ ایک معلوم و معروف نمونہ ہے۔ جسے عام زبان میں ہر کوئی اتبّاعِ سنّت کے نام سے جانتا اور پہچانتا ہے۔ اور سنّت کا منبع ''ذاتِ نبوت و رسالت'' ہے۔ اور معلوم ہو چکا کہ عبادت فقط چند رسمی حرکتوں کا نام نہیں ہے بلکہ عبادت اپنے مُنعم (پیارے رب اللہ تعالیٰ) سے محبت اور اپنی جذباتی دل بستگی کا اظہار ہے۔ اور یہ اظہار ''اتبّاعِ سنّت'' سے مقیّد ہے۔ اور اس حد تک مقیّد ہے کہ اس کے بغیر کوئی حرکت بھی عبادت نہیں بن سکتی۔ بلکہ عبادت کے نام پر کی جانے والی کوئی سی کوشش نا قابلِ پذیرائی رہتی ہے۔ تو ضروری ہوا کہ اللہ کی عبادت میں جس گرامی ذات کو معیار بنایا گیا ہے، ہماری محبتوں کا محور وہ ذاتِ گرامی بھی

بنے۔ اور اس ذاتِ گرامی قدر کی عزت واحترام ہماری جان سے زیادہ اہم اور محبوب ہو۔ اور (خدانخواستہ) محبوب کی توہین، ہماری اپنی عزتِ نفس سے زیادہ گراں اور ہماری غیرت وخودداری کے لیے شدید ناقابلِ برداشت ہو۔

چونکہ عبادت کی حقیقت ''غایتِ محبت'' ہے، اس کے سوا کچھ بھی نہیں۔ اور محبت کا کوئی مرحلہ بغیر اَوامر کی اتباع اور نواہی سے اجتناب کے پورا نہیں ہوسکتا۔ اس لیے نبوّت کی اتباع ہی کو مدّعیانِ محبت کے لیے سچائی کی نشانی قرار دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

قُلْ اَنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ.

ترجمہ: کہہ دیجیے اگر تم چاہتے ہو اللہ کے محبوب ہو جاؤ تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔ (آل عمران،۳:۳۱)

اللہ سے محبت کی لازمی شرط ''اتّباعِ رسول'' بتائی گئی ہے۔ چونکہ شرط کے بغیر مشروط بھی نہیں ہوسکتا۔ اس لیے اتباع نہ ہونے کی صورت میں محبت کا ہونا ناممکن ہے۔ لہٰذا کوئی شخص ولایت ومعرفت اور عشق الٰہی کی راہوں میں بغیر اتباعِ نبوی کے چل ہی نہیں سکتا۔

ہماری یہ گزارشات شاعری نہیں، ٹھوس منطقی حقائق ہیں۔ ہماری محبتوں کا محور، ہمارے قلبی وذہنی جذبات کا مدار اور مرجع ''اللہ'' اور ''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم'' کے سوا کوئی نہیں ہے۔ یہ موضوع بذاتِ خود ایک تفصیل طلب مقالہ ہے، مگر یہاں ہمیں جو ضروری نکات سپردِ قلم کرنے ہیں، ان کا تعلق ''ناموسِ رسالت'' علیٰ صاحبہا افضل التحیۃ والتّسلیم سے ہے۔

آدابِ مجلس نبوی علی صاحبہا الصلوٰت والتسلیمات کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد ہے:

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْھَرُوْا لَہٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ.

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنی آواز کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کرو، اور نہ ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اونچی آواز میں بات کرو۔ اور نہ ان سے ایسے کُھل کر بولو جیسے تم آپس میں کُھل کر بولتے ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمھارے اعمال ہی غارت ہو جائیں اور تمھیں خبر بھی نہ ہو۔ (الحجرات،۲)

آیت کا شانِ نزول کیا ہے؟ روایات بتاتی ہیں کہ واقعہ ایک نہیں بلکہ کئی ایک واقعات پیش آئے تھے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے:

''عن ابن ملیکۃ قال کاد الخیرانِ أن یَھلِکَا، أبوبکر و عمر رضی اللہ عنھما، رَفَعَا أصواتَھما عند النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم ....فأنزل اللہ عزَّ وَجلَّ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَکُمْ.....الخ.

ترجمہ: ابومُلَیکہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: دوسراپا خیر یعنی ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما، قریب تھا کہ ہلاکت میں پڑ جاتے۔ ان دونوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آوازیں اونچی کیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اے وہ لوگ جو ایمان لائے ہو! اپنی آواز کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کرو۔ (بخاری، الجامع الصحیح ۱۸۳۳/۴، برقم ۴۵۶۴۔ کتاب التفسیر)

امام قرطبی لکھتے ہیں:

و ذکر المهدویّ عن علیّ رضی الله عنه نزل قوله: لا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ......الآية فينا، لمّا ارتفعت أصواتنا، أنا و جعفرُ و زيد بن حارثة......الخ.

ترجمہ: مہدوی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ انھوں نے فرمایا: اللہ کا یہ فرمان کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اپنی آوازیں اونچی نہ کیا کرو، ہمارے بارے میں نازل ہوئی، جب کہ ہماری یعنی میری، جعفر اور زید بن حارثہ کی آوازیں بلند ہوئی تھیں۔

(قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۳۰۴/۱۶، سورۃ الحجرات)

بہر حال! اس باب میں وارد قوی روایات کے پیشِ نظر اتنی بات ملحوظ رہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بحث ومباحثہ کی جو صورت بھی پیش آئی اور ان کی آوازیں اونچی ہوئیں، اس سے مقصود حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی ہرگز نہ تھی۔ بلکہ بحث مباحثہ میں اختلاف رائے ہو جانے کی صورت میں لاشعوری طور پر اونچی ہو جانے والی آوازیں تھیں۔

بہ ایں ہمہ چونکہ یہ سب ذات نبوت کی موجودگی میں ہوا تھا، اور مجلس نبوی کے شایانِ شان نہ تھا، لہٰذا ''لا تجھروا'' کا حکم بھی آیا، اور پھر بھی نہ ماننے کی صورت میں ''حبطِ اعمال'' کی وعید بھی۔ کہ اگر چہ تمھارے پیشِ نظر نبوت ورسالت کی بے ادبی نہیں ہے، مگر اس مجلس کے آداب کی رعایت نہ کرنا بھی ایسا جرم ہے جس سے کیے کرائے اعمال اکارت ہو جائیں گے۔

علاّمہ قرطبی رحمہ اللہ نے کیا ہی خوب کہا ہے:

وليس الغرض برفع الصوت ولا الجهر ما يقصد به الاستخفاف، والاستهانة، لأن ذلک کفر، والمخاطبون مؤمنون.

ترجمہ: اس آیت میں جس بلند آواز سے منع کیا گیا ہے وہ ایسی بلند آواز نہیں ہے جس کا مقصد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا (معاذ اللہ) استخفاف اور اہانت ہو۔ کیونکہ ایسی بلند آواز تو کفر ہے، اور یہ خطاب ہی اہلِ ایمان کو ہے۔ (قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۳۰۷/۱۶، سورۃ الحجرات۔)

آدابِ مجلس رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک مستقل باب ہے، جس کی تفصیلات کا بیان خود اللہ جلّ جلالہٗ نے سورۃ

حجرات میں کر دیا ہے۔ یہاں مقصود نمونہ دکھانا تھا جس سے آدابِ نبوی کا اندازہ ہو سکے۔

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ حیاۃ الصحابہ کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں:

’’درحقیقت رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فیضِ تربیت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حسنِ سیرت و کردار کا ایک مکمل نمونہ بنا دیا تھا۔ اور یہ صرف اس وجہ سے ممکن ہو سکا تھا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم کو خود پر لازم کر لیا تھا‘‘

علامہ محمود آلوسی رحمہ اللہ آیت مذکورہ بالا کے ذیل میں فرماتے ہیں:

”القاعدة المختارة أنّ أِيذائه عليه الصلاة و السّلام يبلغ مبلغ الكفر المحيط للعمل باتفاق ، فورد النهى عمّا هو مظنّة لأذى النبيّ صلّى اللّه عليه وسلم ، سوآء وُجد هٰذا المعنىٰ أو لا.“ (آلوسی، روح المعانی، ۱۳۶/۲۶۔ سورۃ الحجرات)

ترجمہ: ’’یہ مسلّمہ قاعدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قول یا فعل کے ذریعے تکلیف پہنچانا کفر ہے۔ اس سے تمام اعمال غارت ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا ایسے اعمال سے منع فرمایا گیا ہے جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچنے کا احتمال ہو۔ خواہ یہ بات وجود میں آئی بھی ہو یا نہ ہو۔‘‘

مذکورہ بالا آیات اور ان کی تفسیر سے یہ بات صراحتاً معلوم ہوتی ہے کہ اگر انجانے میں بھی کسی نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت اور تکلیف پہنچائی تو اس کی وجہ سے اس کے تمام عمر کے اعمال پر پانی پھر سکتا ہے۔

اب اگر کوئی شخص جان بوجھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دے اور ایذا پہنچائے تو اس کے اعمال ختم ہونا تو ایک طرف رہا، اس کا سیدھا اسلام سے نکل کر کفر کی گود میں جا گرنا زیادہ واضح اور یقینی ہے۔ اعمال تو ختم ہوئے سو ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وتوقیر کرنا جس قدر بڑا عمل ہے، اسی کے موافق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی اور توہین کرنا بے حد گھناؤنا اور قبیح عمل ہے۔

اسی لیے علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ اس انتہائی قبیح حرکت کے بارے میں پوری اُمّت مسلمہ کے طرزِ عمل کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’ساری امّت کا اس پر اجماع ہے کہ جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شان میں گستاخی کرے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہے، وہ واجب القتل ہے۔‘‘

توہینِ رسالت کی شرعی سزا سے آگاہی سے پہلے اس کی شرعی حیثیت کی عقلی توجیہ ملاحظہ فرمائیے۔ دیکھیے ماننے کو ’’اسلام‘‘ نہ ماننے کو ’’کفر‘‘ اور مان کر چھوڑ دینے کو ’’ارتداد‘‘ کہتے ہیں۔

ایک مسلمان اسی وقت تک مسلمان ہے جب تک وہ اسلام کو مانتا ہے۔ نہ ماننے والے کو مسلمان نہیں، کافر کہتے ہیں۔ اور مان کر چھوڑ دینے والے کو ''مرتد'' اور اس کے عمل کو ارتداد کہتے ہیں۔ جو اسلام سے بغاوت کا دوسرا نام ہے۔

مقصود کی وضاحت کے لیے ہمیں کسی قدر تفصیل میں جانا ہوگا۔ قرآن حکیم میں اس ''بغاوت'' یعنی ارتداد کا بھی اسی جگہ تذکرہ ہے جہاں اس نے اسلام کا مقیاس اور پیمانہ بتایا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

> كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَ شَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّ جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ . اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ . خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَ لَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ . اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ اَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ.
>
> ترجمہ: اللہ کیونکر راہ دے گا ایسے لوگوں کو کہ ایمان لا کر کافر ہو گئے اور اس بات کی گواہی دے کر کہ رسول سچا ہے کافر ہو گئے۔ اور ان کے پاس نشانیاں آئیں اور اللہ ظالم لوگوں کو راہ نہیں دیتا۔ ایسے لوگوں کو سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔ ہمیشہ اس لعنت میں رہیں گے ان سے نہ عذاب ہلکا ہوگا اور نہ ان کو فرصت ملے گی۔ مگر جنھوں نے اس کے بعد توبہ کی اور اس کے بعد نیک کام کیے تو بے شک اللہ غفور رحیم ہے۔ (آل عمران ۲:۸۶۔۸۹)

ان آیات سے چند اصولی باتوں کا پتہ چلتا ہے

۱۔ ایمان کے بعد کفر اختیار کرنا بڑا اور کھلا ہوا ظلم اور اختیار کرنے والا انتہائی ظالم ہے۔

۲۔ ایمان کے بعد کفر اختیار کرنے والا نہ صرف اللہ اور اس کے فرشتوں کی رحمت سے دور ہوتا ہے بلکہ وہ انسانی سوسائٹی میں انسانی رحم و کرم سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔

۳۔ اس کے لیے توبہ اور واپسی کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ اصلاح حال کرے تو ماضی کی فروگذاشتیں اللہ کے یہاں کالعدم ہو سکتی ہیں، لیکن اس رخصت کا فائدہ حالتِ کفر میں ہرگز حاصل نہیں سکتا۔

ایک اور جگہ ارتداد کے تذکرے میں ہے:

> وَ مَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَ هُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْن
>
> ترجمہ: اور تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جاوے، پھر حالتِ کفر میں مر جاوے، تو ایسوں کے عمل دنیا و آخرت میں ضائع ہوئے۔ اور وہ لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ (البقرۃ ۲:۲۱۷)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ:

۱۔ آخرت میں یہ شخص نہ صرف اصحابِ نار میں سے ہے بلکہ وہاں اس کا مقام خلود (یعنی ہمیشہ ہمیشہ رہنا) ہے۔

۲۔ ایمان کے بعد کے کفر اختیار کرنے سے حبطِ اعمال کی سزا صرف آخرت میں ہی نہیں بلکہ اس دنیا میں بھی دی جائے گی۔

۳۔ حبطِ اعمال: یعنی ایک مسلم ہونے کی حیثیت میں اس کے کیے ہوئے سارے اعمال حرفِ غلط ہیں نہ مسلمان عورت سے اس کا نکاح باقی ہے، نہ مسلمان کی وراثت میں اس کا حصہ ہے، نہ تو اس کی قومی وملّی خدمات کا کچھ لحاظ ہوگا نہ ہی اس کا شرف انسانی ومعاشرتی حیثیت کچھ قابل شمار رہے گی۔

ہماری اس گفتگو کا تعلق ''توہینِ رسالت'' سے ہے۔ اور آیات میں جس موضوع کا بیان ہے وہ ''ارتداد'' ہے، یعنی مان کر چھوڑ دینا۔ کہا جا سکتا ہے کہ موضوع مختلف ہوگیا ہے۔ مگر اطمینان رکھیے، ہمیں قارئین کے وقت کی قلّت کا پورا احساس ہے۔ ہم موضوع کے پابند ہیں اور پابند ہی رہیں گے، مگر مسئلہ سطحی اور سرسری نوعیت کا نہیں ہے۔

ارتداد: پہلے گزر چکا ہے کہ مان کر چھوڑ دینے کا نام ہے۔ ارتداد کی سزا قتل ہے۔ اور مرتد کو قتل کیا جائے گا۔ یہ ایک مسلّمہ ہے۔ گو اس مادر پدر آزاد خیالی کے دور میں اسے بھی نظری بنا کر رد کر دینے کی آوازیں اٹھنے لگی ہیں، مگر شریعت کا فیصلہ دوٹوک ہے۔

نام نہاد عقلیات کی خوگر طبیعتوں کے لیے بر سبیل تذکرہ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کا جواب نقل کر دینا کافی ہے۔ سوال یہی کیا گیا تھا کہ مرتد کی سزا قتل سے کم کیوں نہیں ہے؟ ڈاکٹر صاحب موصوف نے خطباتِ بہاولپور میں جو جواب دیا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

> ''اسلام میں سیاست دین کا حصہ ہے، دین سے الگ کوئی چیز نہیں۔ اور اسلام سے پھر جانا ایک سیاسی جرم بھی ہے، جسے غدّاری کہتے ہیں، اور غدّار کی سزا کون نہیں جانتا کہ صرف اور صرف موت ہے، اس کے سوا کچھ نہیں''

اس کے علاوہ قرآن اور دینیات کا ہر طالب علم بہ خوبی جانتا ہے کہ ارتداد جیسا گھناؤنا عمل صاف اور صریح غدّاری ہے، اللہ سے غدّاری، اللہ کے رسول سے غدّاری، اللہ کے دین سے غدّاری۔

حسّی دنیا کی مثال درکار ہو تو آسان تر یوں سمجھ لیں کہ پاکستان آرمی کا کوئی قابلِ ذکر آفیسر دورانِ ملازمت ہی پاکستان چھوڑ کر انڈیا چلا جائے۔

اک صورت یہ کہ وہاں کا خاموش شہری بن کر زندگی گزارے۔ گو اس کا یہ عمل بھی قابلِ گردن زدنی ہے کہ یہ پہلے درجہ کی بغاوت ہے۔ مگر اس سے بھی اگلی، دوسری صورت یہ ہے کہ انڈیا کی فوج میں شامل ہو کر پاکستان کے خلاف لڑائی بھی کرے اور پھر اس سے آگے بڑھ کر سب سے انتہائی درجہ تیسری صورت یہ ہے کہ تحریر وتقریر کے ذریعہ سے نظریۂ پاکستان

کے خلاف بکواس کرے اور علاّمہ اقبال اور محمد علی جناح کے خلاف دل آزار باتیں کرے۔

کہیے! کون عقل مند ہے جو اسے آزادیٔ اظہارِ رائے کا نام دے گا؟ اور کون ہے جو اسے قدرت کے باوجود چھوڑ دے۔ اسے آزادیٔ اظہارِ رائے نہیں بے غیرتی کہتے ہیں۔ اگر عزتِ نفس نام کی کسی چیز کا وجود دنیا میں ہے تو اس کا تقاضا یہی ہے کہ جیسے تیسے بن پڑے، اس غدّار کو قتل کیا جائے۔

جی ہاں! حسّی دنیا میں یہ مثال سمجھ میں آتی ہے۔ مگر دین و مذہب کے مسئلہ میں ایسے بدیہی نکتے کو مشکوک اور ظنّی بنالیا جاتا ہے۔

ارتداد ہی کی ایک قسم وہ ہے جس کے عناصر ترکیبی اللہ اور اللہ کے رسول کی ایذاء رسانی ہوتے ہیں۔ مرتد کی حیثیت پہلے درجہ کے باغی کی ہے۔ مگر وہ شخص جو توہینِ رسالت کا مرتکب ہو، وہ تو آخری اور انتہائی درجہ کا باغی ہے۔ اسے یقیناً قتل ہونا ہی چاہیے اور اسے معاف کر دینا غیرت ایمانی کی موت ہے اور انسانی فطرت کا وہ جوہر جسے عزتِ نفس کہا جاتا ہے اس کی ناپیدگی کی دلیل ہے۔

بہرحال! مرتد کے لیے جو جو وعیدیں اور عذاب کے وعدے قرآنِ مجید میں ہیں، توہینِ رسالت کا مرتکب بدرجہ اولیٰ اُن کا مصداق ہے۔ کیوں کہ ارتداد جس بغاوت کی ابتدائی سطح ہے، توہینِ رسالت اس بغاوت کی انتہائی اور آخری حد ہے۔ آپ کہیں گے یہ تو دعویٰ ہے اور اپنے ثبوت میں محتاجِ دلیل ہے۔ لیجیے دلیل (بلکہ دلائل) ملاحظہ فرمایے۔

مدینہ منوّرہ میں چند اوباش لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنگ کیا کرتے اور جھوٹی باتیں اڑایا کرتے تھے۔ قرآن مجید میں اُنھیں ''ملعون'' قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

> اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ وَ اَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا
>
> ترجمہ: ''جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ستاتے ہیں، اللہ نے انھیں دُنیا میں پھٹکارا اور آخرت میں ان کے واسطے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔'' (سورۃ الاحزاب، ۳۳:۵۷) (واضح رہے کہ تقریباً یہی الفاظ مرتد کے معاملے میں وارد ہوئے ہیں۔)

رحمتِ حق سے دوری اور اس دنیا میں انسانی رحم و کرم سے محرومی کو قرآن میں کہیں **لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَالْمَلاۗئِکَۃِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِیْن** اور کسی جگہ **لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ** سے تعبیر فرمایا ہے۔ بات ایک ہے مگر اندازِ بیان مختلف ہے۔

باغی خواہ ابتدائی درجہ کا ہو...... جیسے صرف اسلام سے نکل جانے والا، خواہ انتہائی درجہ تک جا پہنچا ہو...... جیسے توہینِ رسالت کا مرتکب، بلاشبہ ملعون ہے۔ جسے دنیا میں نہ تو اللہ کی رحمت سے کوئی حصہ ملے گا اور نہ ہی یہ بدنہاد اس لائق ہے کہ اس کے ساتھ انسانوں کی طرف سے رحم و کرم کا معاملہ روا رکھا جائے۔

قرآن مجید نے ملعون کے بارے میں جو ضابطہ بیان کیا ہے بلاشبہ ارتداد کی ابتدا سے لے کر توہینِ رسالت کی انتہائی شکل تک تمام صورتیں اس میں داخل ہیں۔ مرتد اور شاتم کی ملعونیت پر قرآن کی سب سے بڑی شہادت یہ ہے:

”أُولٰئِکَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْن.

ترجمہ: ان پر لعنت ہے اللہ کی اور فرشتوں کی اور سب لوگوں کی۔ (سورۃ آل عمران،۳:۸۷)

اور ملعون کے بارے میں جو ضابطہ قرآن نے بتایا ہے:

مَلْعُوْنِيْنَ أَيْنَمَا ثُقِفُوْا أُخِذُوْا وَ قُتِّلُوْا تَقْتِيْلاً.

ترجمہ: پھٹکارے ہوئے (ملعون لوگ) جہاں پائے جائیں، انھیں پکڑ لیا جائے اور انھیں جان سے مار دیا جائے۔ (سورۃ الاحزاب،۳۳:۶۱)

مزید برآں قرآن و دینیات کا ہر طالب علم بہ خوبی یہ بات جانتا ہوگا کہ ارتداد اور توہینِ رسالت کی غلاظت سے اپنے آپ کو آلودہ کرنے والا شخص اپنے عقائد گفتار اور کردار سے اللہ اور اللہ کے رسول کے خلاف اعلانِ جنگ کرتا ہے۔ اسی معنوی حالت کو قرآن کی زبان میں مشاقّہ اور محادّہ کہتے ہیں۔ اور یہی حالت جب میدانِ عمل میں رونما ہوتی ہے تو ”محاربہ“ کہلاتی ہے۔ قرآن نے اللہ اور اس کے رسول سے محاربہ کرنے والوں کی جو سزا تجویز کی ہے وہ سورۂ مائدہ میں موجود ہے:

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ.

ترجمہ: یہی سزا ہے ان کی جو لڑائی لڑتے ہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور دوڑتے ہیں زمین میں فساد کرنے کو، کہ ان کو قتل کیا جائے یا سولی چڑھائے جائیں، یا کاٹے جاویں ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے یا دور کر دیے جاویں اس جگہ سے یہ ان کی رسوائی ہے دنیا میں اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔ (سورۃ المائدۃ،۵:۳۳)

يُقَتَّلُوْٓا کے لفظ پر توجہ فرمایے کہ قرآن مجید ملعون کو سوسائٹی کے لیے جس قدر خطرناک سمجھتا ہے اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ وہ ملعون کے صرف قتل ہی کو نہیں کہتا بلکہ اس کا مطالبہ انھیں بوٹی بوٹی کر دینے کا ہے۔

مرتد اور شاتم رسول دونوں کے جرم کی نوعیت ایک ہے، فرق ہے تو صرف یہ کہ ارتداد گو بہت گھناؤنا جرم ہے۔ مگر پھر بھی یہ بغاوت کا پہلا قدم ہے۔ اور توہینِ رسالت اور شتمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو بغاوت کی آخری سرحد ہے۔ جس کے بعد کوئی درجہ باقی نہیں رہتا۔ اس کی سزا بس تقتیل (بوٹی بوٹی کر دینے کی) ہے اب دین یہی کہتا ہے کہ زمین کو اس نجس وجود سے پاک کر دیا جائے۔ جن لوگوں کو عربی زبان کے اسالیب سے تھوڑی سی واقفیت ہے وہ جانتے ہیں کہ قتل اور تقتیل میں کیا جوہری فرق ہے۔

بدامنی پھیلانا، فساد کرنا، دنگا کرنا ایسے الفاظ ہیں جن سے کفار کے حملے رہزنی، ڈکیتی، ناحق قتل، لوٹ مار، شہری زندگی کی سب مجرمانہ سازشیں مراد ہوسکتی ہیں، مگر سورۂ مائدہ میں ارتداد اور توہینِ رسالت جیسے جرم کے لیے سب سے جدا تعبیر اختیار فرمائی ہے۔ الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ اللہ اور اس کے رسول سے محاربہ سے مراد ارتداد اور توہینِ رسالت ہونا تو بالکل بدیہی اور سامنے کی بات ہے۔ اس لیے اس آیت کے نہ صرف یہ کہ عموم میں باغی کی سزا کا ذکر ہے بلکہ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہ کا ٹھیٹھ مصداق ہی بغاوت کرنے والا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول سے بغاوت خواہ انکار کر کے مرتد کی صورت میں ہو یا پھر توہین کر کے شاتم کی صورت میں، آیت کے مدلول سے اس کو نکال دینا اور اس جرم سے کم تر برائیوں کو اس آیت کا مصداق بتانا یقیناً دھونس، دعوائے بے دلیل اور بے بات کی بات ہے۔

جیسے کسی مؤمن کے قاتل کی سزا قرآن میں الگ سے بیان نہیں کی گئی، بلکہ اسے کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ فِیْ الْقَتْلٰی (سورۃ البقرہ، ۲: ۱۸۷) کے عموم میں بیان کیا گیا ہے۔

بالکل اسی طرح مرتد اور شاتم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا اگرچہ خصوصاً ''مرتد'' اور ''شاتم'' کا نام لے کر اور خاص لفظ بول کر بیان نہیں ہوئی لیکن اسے یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہ کے عموم میں داخل کر لیا گیا ہے۔

اور بالکل ایسے ہی اگر ایک جگہ لعنت غضب اور عذابِ عظیم سے مؤمن کے قاتل کے لیے قتل کی سزا مقرر ہوئی ہے، تو دوسری جگہ انھی اوصاف (لعنت، غضب اور عذابِ عظیم) سے مرتد اور شاتم کے لیے بھی صرف قتل نہیں بلکہ تقتیل (یعنی بوٹیاں اڑا دینا) تجویز ہوا ہے۔

اور یہ تو قرآن کی ان دستوری دفعات میں سے ہے جس کو ہر مکتبِ فکر کے اساتذہ اور علماء آغازِ اسلام سے اب تک مانتے آئے ہیں۔ کیا کوئی شخص خلافِ قرآن یہ کہنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ ایمان سے گریز پائی اختیار کرنے والا یا ایمانی اقدار خصوصاً ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہنسی اڑانے والا ملعون مغضوب علیہ اور معذَّب بہ عذابِ عظیم نہیں ہے۔ اگر ہے، اور یقیناً ہے تو پھر اس توہینِ رسالت سے پیدا شدہ نتائج (یعنی اجراءِ حد اور تقتیل) کا انکار یقیناً بے سند اور بے بنیاد اور خود رائی کا شاخسانہ ہے۔

ایک سوال البتہ قابلِ غور ہے کہ کیا اللہ کے دین کے مقابلے میں اشخاص قابلِ رحم ہیں؟ اور جذبۂ ترحّم انسانی کو ان حدود کی پامالی کرنے کی گنجائش ہے؟ (جیسا کہ پنجاب کے سابق گورنر آنجہانی سلمان تاثیر کا کہنا تھا کہ یہ مسئلہ مذہبی نہیں انسانی بنیادوں پر حل کرواؤں گا)

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں قرآن نے زنا جیسی نسبتاً کمتر اخلاقی شناعت میں ایمان والوں سے مطالبہ کیا تھا، کہ اللہ پر

یقین ہے تو اس کے احکام اور حدود کو جاری کرنے میں کوئی پس و پیش نہ کرو گے۔ ایسا نہ ہو کہ مجرم پر ترس کھا کر سزا روک لو یا اس میں کمی کر لو، یا سزا دینے کا کوئی ایسا غیر مؤثر طرز اختیار کرو کہ سزا، سزا نہ رہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَ لَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ. (سورۃ النور، ۲:۲۴)

ترجمہ: اور اللہ کا حکم چلانے میں تم کو ان پر ترس نہ آئے، اگر تم اللہ اور پچھلے دن پر یقین رکھتے ہو۔

سزا کے اعتبار سے دین سے بغاوت، بہر حال بغاوت ہے مگر فی نفسہٖ اس کے بھی درجات ہیں۔ جیسا کہ پہلے بھی اس طرف اشارہ کیا جا چکا ہے۔ اگر ارتداد کا جرم بغاوت کی شدید تر حالت ہے، تو سبّ وشتمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور توہینِ رسالت بغاوت کی شدید ترین حالت ہے۔

☆......☆......☆

احرار فاؤنڈیشن

احرار فاؤنڈیشن پاکستان کی سلسلہ وار مطبوعات کا نظم کچھ عرصہ تعطل کے بعد دوبارہ شروع کیا جا رہا ہے۔ بخاری اکیڈمی ملتان اور مکتبہ معاویہ چیچہ وطنی کے تعاون سے الحمد للہ درج ذیل کتب پر کام شروع کر دیا گیا ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ حسبِ توفیق و ترتیب یہ کتب شائع ہوں گی۔ ان کتب کے حوالے سے جن دوستوں اور قارئین کے پاس جو مواد ہو وہ براہِ کرم عنایت فرمائیں، اطلاع دیں اور تجاویز و سرپرستی سے نوازیں۔ شکریہ!

☆ مضامین ختم نبوت ☆ سید الاحرار (طبع دوم) ☆ اعتقادات مرزا

☆ خانقاہ سراجیہ اور مجلس احرار اسلام مع تحریک ختم نبوت منزل بہ منزل

از شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب وتدوین: عبداللطیف خالد چیمہ

رابطہ کار: مکتبہ معاویہ، جامع مسجد روڈ چیچہ وطنی (ضلع ساہیوال) فون: 040-5485953

مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

خلیق ابراہیم

مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ تین چار بار ہمارے ہاں آئے۔ وہ بڑی دلچسپ باتیں کرتے تھے۔ ہندوستانی مسلمانوں کے قومی مزاج کی بات ہو رہی تھی۔ کہنے لگے:

''اس سے زیادہ جذباتی قوم دنیا کے پردے پر نہیں ہوگی۔ اس کے دین نے اسے اعتدال اور حقیقت پسندی کا راستہ دکھایا ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دین میں غلو نہ کرو، مگر اس نے دین کو مشعلِ راہ بنانے کے بجائے اپنے اعصاب پر سوار کرلیا ہے۔ اس کے جذبات میں کنکری ڈالو تو لہریں پیدا نہیں ہوں گی، ایک دم ابال آجائے گا۔''

ایک مرتبہ مولانا تشریف لائے تو میرے دادا کے پاس ایک جوشیلے مسلم لیگی بیٹھے تھے۔ انھوں نے مولانا سے، جو کٹر نیشنلسٹ تھے، بحث شروع کردی۔ مولانا بحث پر آمادہ نہیں ہوتے تھے۔ وہ ہوں ہاں میں ٹالنے لگے۔ میرے دادا نے کہا مولانا آپ تو ان کے دلائل کا جواب ہی نہیں دے رہے ہیں۔ کہنے لگے:

''جنگل میں رہنے والے بندروں کی بعض خصوصیات عجیب ہوتی ہیں۔ جنگلی بندر کسی درخت پر بیٹھا اور شیر اس درخت کے نیچے سے گزرنے لگے تو فوراً آنکھیں بند کر کے ڈال چھوڑ دیتا ہے۔ ہندوستان کے بہت سے مسلمانوں کا یہی حال ہے۔ ادھر کسی نے نعرہ لگایا ''اسلام خطرے میں ہے'' اُدھر انھوں نے آنکھیں بند کیں اور ڈال چھوڑی۔ اب ایسے لوگوں سے میں کیا بات کروں۔''

مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری جیّد عالم دین اور مجلس احرار اسلام کے رہنما تھے۔ اسلام کی سربلندی اور وطن کی آزادی اس جماعت کا نصب العین تھا۔ آزادیٔ وطن کی جدوجہد میں یہ کانگریس کے ساتھ تھی اور اسلامی تعلیمات واقدار کے احیا کے لیے جمعیۃ العلمائے ہند کی ہم نوا تھی، جس کے مقتدر ارکان میں مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا سید حسین احمد مدنی، مولانا احمد سعید ،مفتی کفایت اللہ، مولانا داؤد غزنوی، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاری وغیرہ شامل تھے۔ مجلس احرار اسلام بنیادی طور پر پنجاب کی جماعت تھی۔ اس کے رہنماؤں میں مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری، شیخ حسام الدین، ماسٹر تاج الدین، آغا شورش کاشمیری سیاست میں بھرپور عملی حصہ لیتے رہے۔ یہ سب اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ پرانے احراری

رہنماؤں میں اب صرف نواب زادہ نصراللہ خاں عملی سیاست میں سرگرم ہیں پاکستان کے بزرگ سیاستدان کی حیثیت سے سب ان کا احترام کرتے ہیں۔(اب نواب صاحب بھی مرحوم ہوگئے اور اپنے پیش رو قافلۂ احرار سے جا ملے)

مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری ساری عمر برصغیر کی آزادی اور اسلام کی سربلندی کے لیے قربانیاں دیتے رہے۔ ان کا شمار برصغیر کے چوٹی کے مقررین میں ہوتا تھا۔ان کی سیاسی اور مذہبی تقاریر عموماً رات کو نمازِ عشا کے بعد شروع ہوتیں اور فجر کی اذان سے قبل ختم ہوتیں۔ مجھے ان کی دو ایسی تقاریر سننے کا اتفاق ہوا ہے جن میں ہزاروں افراد کا مجمع رات بھر ساکت و صامت بیٹھا رہا۔ایک مرتبہ مائیک خراب ہوگیا تو انھوں نے اسے ہٹا دیا۔ان کی آواز اتنی پاٹ دار تھی کہ لاؤڈ اسپیکر کے بغیر بالکل آخر میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو بھی اپنے اتار چڑھاؤ کے ساتھ پوری وضاحت اور صفائی سے سنائی دے رہی تھی۔تقریر کے دوران وہ نہایت دلکش لحن میں برمحل اشعار سناتے جاتے۔اندازِ بیاں میں بلا کی روانی اور شگفتگی تھی۔ان کے جلسوں میں وہ لوگ بھی خاصی تعداد میں ہوتے جو ان کے سیاسی و مذہبی خیالات سے شدید اختلاف رکھتے تھے۔وہ ان جلسوں کو درہم برہم کرنے کے لیے نہیں، مولانا کی تقریر سے حظ اٹھانے جاتے تھے۔

(ماخوذ ''منزلیں گرد کی مانند'' خلیق ابراہیم خلیق۔صفحہ ۲۷۳۔۲۷۴)

قارئین متوجہ ہوں!

قارئین کی طرف سے اکثر یہ شکایت موصول ہوتی ہے کہ ہمیں سالانہ چندہ ختم ہونے کی کوئی اطلاع نہیں ملی اور رسالہ بند کر دیا گیا ہے۔اس شکایت کے ازالے اور قارئین کی سہولت کے لیے لفافے پر پتا کے اوپر مدت خریداری درج کر دی گئی ہے۔قارئین سے التماس ہے کہ درج شدہ مدت کے مطابق اپنا سالانہ چندہ ارسال کر کے اگلے سال کی تجدید کرالیں۔کئی قارئین کا زرتعاون سالانہ اپریل ۲۰۱۱ء میں ختم ہو چکا تھا۔اس کے باوجود پہلے مئی ۲۰۱۱ اور اب جون ۲۰۱۱ء کا شمارہ بھی انھیں ارسال کیا جا رہا ہے۔ایسے قارئین، جن کا زرِتعاون ختم ہو چکا ہے براہِ کرم جون ہی میں اپنا سالانہ زرِتعاون ۲۰۰ روپے ارسال فرما کر نئے سال کے لیے تجدید کرالیں۔ یہ رقم منی آرڈر یا درج ذیل موبائل نمبر **0300-63226621** پر ایزی لوڈ کے ذریعے بھی بھیجی جاسکتی ہے۔ایزی لوڈ کراتے وقت اس کا خرچ خود ادا کریں۔ادارے کو پورے -/200 روپے موصول ہوں۔(سرکولیشن منیجر)

''نقیب ختم نبوت'' کی ترسیل، شکایات اور دیگر معلومات کے لیے رابطہ نمبر: 0300-7345095

(پہلی قسط)

ورق ورق زندگی

پروفیسر خالد شبیر احمد

جناب پروفیسر خالد شبیر احمد مجلس احرارِ اسلام کے قدیم کارکن اور اِس وقت مجلس کے مرکزی نائب صدر ہیں۔ وہ سیاسیات کے استاد رہے۔ نصابی کتب کے علاوہ ''تاریخ محاسبۂ قادیانیت'' ''احرار، تحریکِ کشمیر اور قادیانیت'' اُن کی معروف تصنیفات ہیں۔ انہوں نے ایک بھرپور اجتماعی زندگی گزاری، تحریکِ آزادی کے رہنماؤں کو بہت قریب سے دیکھا۔ شخصی اور سوانحی تذکروں میں جغرافیائی تاریخ وثقافت کی مناسبت سے دل چسپ معلومات فراہم ہوتی ہیں۔ جناب پروفیسر صاحب نے ہماری درخواست پر اپنی آپ بیتی تحریر کرنا شروع کی ہے۔ اِس میں خاندانی حالات کے علاوہ اُن کے ذاتی مشاہدات و تجربات، تاریخ وسیاست اور قومی رہنماؤں کے تذکرے قارئین کی معلومات میں خوشگوار اضافے کا باعث ہیں۔ پروفیسر صاحب کے شکریے کے ساتھ پہلی قسط نذرِ قارئین ہے۔ (ادارہ)

ابتدائیہ:

ایک مدت سے نہ جانے کتنے دوستوں کا تقاضہ رہا ہے کہ میں اپنی سوانح عمری لکھوں۔ لیکن میں مسکرا کر ٹال دیتا۔ وجہ یہ تھی کہ میں جانتا تھا کہ میں کونسی ایسی شخصیت ہوں کہ جس کی سوانح عمری پڑھنے کے لیے لوگ بے چین ہیں۔ دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ اتنی لمبی داستانِ زندگی لکھنے کے لیے بھی ہمت اور حوصلہ چاہیے جو مجھ میں نہیں، مجھے ایسے لگتا ہے کہ سوانح عمری لکھنا جیسے سمندر میں چھلانگ لگانے کے مترادف ہو، اس عمر میں اتنی لمبی داستان کیونکر لکھ پاؤں گا اور کون پڑھے گا۔ دوستوں کا اصرار شاید اس لیے ہے کہ میری زندگی بڑے لوگوں کے درمیان گزری ہے۔ جو علمی، ادبی اور مذہبی لحاظ سے واقعی بڑے لوگ ہیں۔ کچھ واقعات زندگی ایسے بھی ہیں کہ جنہیں بیان کیا جا سکتا ہے اور جنہیں لوگوں تک پہنچنا چاہیے۔ اصل میں یہی وہ بات ہے کہ دوستوں کا اصرار دن بدن بڑھتا ہی چلا گیا۔ لیکن میں اسی سوچ میں گم رہا کہ حالاتِ زندگی لکھوں یا نہ لکھوں کہ ملتان سے جناب سید کفیل بخاری کا فون آیا۔ انھوں نے کہا کہ آپ نے مختلف موضوعات پر بہت کچھ لکھا ہے، اب اپنے حالات زندگی لکھیں۔ لہٰذا اُن کے حکم کی تعمیل میں ''چل میرے خامہ بسم اللہ'' کہہ کر لکھنا شروع کر دیا ہے، پہلی قسط نذرِ قارئین ہے، دعا کریں کہ یہ سلسلہ جاری رہے اور میں لکھ سکوں۔

شہر چنیوٹ:

چنیوٹ شہر دریائے چناب کے مشرقی کنارے پر آباد ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ چنیوٹ پاکستان کا قدیم ترین شہر ہے تو شاید اس میں کسی مبالغے کی صورت ہو، لیکن اس بات میں کوئی مبالغہ نہیں ہے کہ چنیوٹ پاکستان کے قدیم ترین شہروں

میں سے ایک ہے جو اپنی ثقافت، تہذیب وتمدن، رسم ورواج، لباس، طرزِ بود وباش، ہنرمندی، معاملہ فہمی، ذہانت، شرافت میں ایک انفرادی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر یہ مفروضہ صحیح اور درست ہے کہ شہر، آبادی کی زیادتی کا نام نہیں بلکہ روایات وثقافت کی پختگی کا نام ہے تو پھر چنیوٹ کو ان شہروں میں شمار کیا جاسکتا ہے جو اپنی ثقافت اور اپنی روایات کے حوالے سے ملک بھر میں ایک منفرد اور دلکش حیثیت کے حامل ہیں۔ اگر چہ اس شہر کی آبادی بڑے شہروں کے مقابلے میں آج بھی بہت کم ہے۔

چنیوٹ کے قدیم ترین شہر ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس کا تاریخی احاطہ مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ جن لوگوں نے چنیوٹ کی تاریخی حیثیت کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کے بارے میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے اندھیرے میں ’’ٹامک ٹوئیاں‘‘ مارنے میں ہی کام لیا ہے کہ یہ کام ایک وزنی پتھر ہے جسے چوم کر چھوا تو جاسکتا ہے مگر اس کو سر پر اٹھانے کی ہمت کسی میں بھی نہیں ہے۔

شاید یہی وجہ ہے کہ ’’شہرلب دریا‘‘ کے مصنف ڈاکٹر محمد امجد ثاقب نے شہر کی تاریخ سے نظر چُرا کر اپنی تحقیق کو صرف شاہی مسجد اور عمر حیات کے محل کی کھوج تک ہی محدود رکھا۔

’’تاریخ چنیوٹ‘‘ کے مصنف ڈاکٹر ارشاد احمد تھہیم نے جی کڑا کر کے چنیوٹ شہر کے تاریخی نقوش کو اجاگر کرنے کی بڑی کوشش کی ہے۔ ان کی کاوش اپنی جگہ مگر اس کے باوجود انہوں نے اس عنوان سے جو کچھ تحریر کیا ہے۔ اسے ہر لحاظ سے مستند کہنا بھی۔ شاید درست نہ ہو کہ انہوں نے دس لاکھ سال اور بیس لاکھ سال پہلے کے حوالے سے چنیوٹ شہر کی موجودگی کا تاریخی حوالہ پیش کر کے پڑھنے والوں کو حیران و پریشان تو کر دیا لیکن قارئین کو اس حوالے سے مطمئن نہ کر پائے بس اتنا ہی کافی ہے کہ اس شہر کو پاکستان کا قدیم ترین شہر ہی کہا جائے یا پھر قدیم ترین شہروں میں ایک شہر، یہی اس کی شہرت کے لیے کافی ہے۔ چنیوٹ میری جائے پیدائش ہے۔ جہاں میں اپریل 1934ء میں اپنے دادا جان کے مکان میں پیدا ہوا‘ جو شاہی مسجد کے بالکل عقب میں شاہی منڈی کے پاس شاہی بازار میں واقع ہے۔

میرا خاندان:

چنیوٹ شہر میں میرا خاندان دینی، علمی اور ادبی لحاظ سے آج بھی پہچانا جاتا ہے۔ میرے خاندان کے بزرگ بڑے قابلِ احترام اور لوگوں میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں یہ الگ بات کہ اب نئی نسل کے لوگ ہمارے بزرگوں سے ویسے ہی ناآشنا ہیں جیسے آج ہم ملت اسلامیہ کے عروج سے یا پھر اپنے شاندار ماضی سے ناآشنا حال کی خرمستیوں میں اپنے مستقبل سے بالکل غافل ہو کر رہ گئے ہیں۔

میرے خاندان کا انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے آغاز کے حوالے سے ذکر مختلف کتابوں میں موجود ہے۔ خصوصیت کے ساتھ میرے دادا جان حافظ خدا بخش صغیرؒ کا ذکر۔ جن کے والد محترم حافظ محمد بخشؒ بچوں کو قرآن پڑھانے کے حوالے سے شہر بھر میں ایک معروف شخصیت تھی۔ جو اپنی نیکی، شرافت اور تقویٰ کی وجہ سے ایک مثال

بن کر لوگوں کے لیے شرافت کا نمونہ اور ذریعہ بنے رہے۔ میرے دادا جان ان کے بڑے بیٹے تھے۔ دادا جان کے چھوٹے بھائی حافظ غلام رسولؒ اور ان کے بیٹے حافظ افتخار الرسول مرحوم تھے اور ایک بیٹا مظفر اقبال آجکل کراچی میں مقیم ہے۔ حافظ غلام رسول، میرے ماموں جان، مولوی محمد دین راجع اور میرے ماموں زاد بھائی مولوی محمد یوسف یہ سبھی اسلامیہ ہائی سکول چنیوٹ میں مدرس رہے ہیں۔

دادا جان کے چار بیٹے تھے۔ والدِ محترم نذیر احمد المعروف نذیر مجیدی دوسرے بیٹے تھے۔ جبکہ بڑے بیٹے میاں دوست محمد اور دوسرے دو عبدالعزیز اور منیر احمد۔ منیر احمد بھی حافظ قرآن تھے۔ غرضیکہ میرے خاندان کا ہر فرد درس و تدریس سے وابستہ رہا اور شاید یہی وجہ ہے کہ شہر بھر میں ہمارے گھر کو ایک استاد گھرانے کی حیثیت حاصل ہوگئی تھی۔

میری دادی اماں حافظ بدرالدین کی بیٹی تھیں۔ دادی اماں کے چار بھائی تھے۔ حافظ مولا بخش، حافظ محمد حیات، میاں عبدالرزاق، اور مولوی عبدالرحیم۔ دادی اماں کو میں نے تو نہیں دیکھا کہ میں ابھی سال دو سال کا ہی تھا کہ وہ فریضۂ حج ادا کرنے کے بعد واپس آئیں تو چند روز بیمار رہ کر اللہ کو پیاری ہوگئیں۔ دادی جان بھی اردگرد کے تین چار محلوں کی لڑکیوں کو قرآن پڑھاتی تھیں۔ ہمارا گھر گویا مرکزِ درس قرآن کی صورت اختیار کر گیا تھا۔ لوگ کہتے ہیں کہ نیچے سے کوئی آواز دیتا تو آواز اوپر سنائی نہیں دیتی تھی کہ گھر سے قرآن پڑھنے اور پڑھانے کی صداؤں میں ہر آواز گم ہو کر رہ جاتی تھی۔

حافظ خدا بخش صغیرؒ:

دادا جان حافظ خدا بخش' صغیر تخلص کرتے تھے۔ پنجابی اور اردو کے شاعر تھے۔ ان کا کلام ''گلزارِ مدینہ'' نامی کتاب میں محفوظ ہے لیکن سانحہ یہ ہے کہ وہ کتاب ہمارے ہاں محفوظ نہ رہ سکی۔ اس کتاب میں ان کی منظوم خط و کتابت بھی ہے جو ان کے اس وقت کے دوست مشہور پنجابی شاعر مولوی دلپذیر بھیروی کے ساتھ رہی۔ دادا جان نے انہی کے ساتھ فریضہ حج بھی ادا کیا۔ مولوی دلپذیر دادا جان کی وفات (1940ء) کے بعد قادیانی ہوگیا تھا۔ اسی کتاب میں حج کرنے والوں کے لیے ایسی ہدایات بھی نظم کی صورت میں ان کے قلم سے لکھی گئیں جو حج کرنے والوں کے لیے رہنمائی کا کام دیتی تھیں۔

دادا جان کے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور مولانا ظفر علی خانؒ کے ساتھ ذاتی مراسم تھے۔ مولانا ظفر علی خان جب بھی چنیوٹ آئے' ہمارے گھر کے مہمان ٹھہرے۔ میرے چھوٹے بھائی صغیر احمد جو مجھ سے ایک سال چھوٹے ہیں ان کی پیدائش کے وقت ظفر علی خان میرے دادا جان کے مہمان تھے۔ صغیر احمد نام انہوں نے ہی تجویز کیا تھا۔ دادا جان چنیوٹ شہر کی پہلی تعلیمی درسگاہ ''اسلامیہ ہائی سکول' ' کے بانیوں میں سے تھے، جس کی وجہ سے شہر کے رئیس ان کے خلاف ہوگئے تھے۔ اسی مخالفت کے دوران انہیں شہر کے رؤسا کی اس قدر شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا کہ رؤسا کے کارندوں کی طرف سے انہیں سرِ بازار گالیاں دی گئیں اور بے عزت کیا گیا۔ اس پر بازار کے لوگ لٹھ لے کر ان کارندوں پر ٹوٹ پڑے اور انہیں زخمی حالت میں گھر واپس لوٹنا پڑا۔ اس واقعہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ دادا جان محض اپنی شرافت، خلوص اور قومی کاموں میں انہماک کی وجہ سے شہر کے مسلمانوں میں کس قدر مقبول تھے۔ گھر کے اردگرد تین چار محلوں کے لوگ اپنے

زیورات دادا جان کے ہاں بطور امانت رکھ دیا کرتے تھے اور پھر زیورات کی تیاری کے لیے بھی عورتیں انہیں سے استدعا کرتیں، کیونکہ شہر کے زرگر جو اکثر ہندو تھے، ان سے دادا جان کا رابطہ تھا۔ میں اپنے بچپن میں شوٗ دیال نامی ہندو زرگر کی دکان پر بیٹھا انہیں اکثر دیکھا کرتا تھا۔ یہ شوٗ دیال تقسیم ہند کے وقت والد صاحب کے کہنے پر مسلمان بھی ہوگیا تھا، لیکن جب ہندوستان سے ایک فوجی تنظیم ہندوؤں کو لینے کے لیے یہاں آئی تو یہ شخص دوبارہ ہندو ہو کر ان کے ساتھ واپس دہلی چلا گیا تھا۔

امیر شریعتؒ کی چنیوٹ میں پہلی تقریر:

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی پہلی تقریر میرے دادا جان کی درخواست پر ہوئی۔ انجمن اسلامیہ چنیوٹ جس کی کاوشوں سے اسلامیہ ہائی سکول کا قیام عمل میں لایا گیا تھا اس کے کرتا دھرتا دادا جان ہی تھے۔ چنیوٹ کی شیخ برادری اُن کی خصوصی معاون تھی۔ سکول کی کے لیے کچھ رقم کی ضرورت پڑ گئی تو شیخ برادری نے اُن سے کہا کہ آپ کلکتہ چلے جائیں وہاں ہماری برادری کے لوگ ہیں ان سے چندہ لے کر اس مالی ضرورت کو پورا کرلیں۔ دادا جان نے کہا کہ اگر میں یہ رقم یہیں سے مہیا کرلوں تو پھر مجھے کلکتہ جیسے دور دراز شہر جانے کی کیا ضرورت ہے۔ چنانچہ دادا جان گئے اور شاہ جی کو اپنے ساتھ چنیوٹ لے آئے۔ تقریر کے بعد شاہ جی نے سکول کی مالی معاونت کے لیے حاضرین جلسہ جن میں عورتیں بھی شامل تھیں سے اپیل کی جو اتنی مؤثر تھی کہ لوگوں نے دل کھول کر چندہ دیا بعض عورتوں نے اپنے زیورات اتار کر شاہ جی کے حوالے کردیئے۔ شاہ جی نے وہ سب کچھ دادا جان کے حوالے کر دیا اور اس کے بعد لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ''بھائی مجھے بھی کچھ دو، جس پر دوبارہ چندہ ہوا۔ شاہ جی نے وہ رقم بھی دادا جان کے حوالے کر دی اور کہا کہ ''لو حافظ جی یہ میری طرف سے سکول کے لیے چندہ قبول کرلو'' بہرحال وہ مالی ضرورت پوری ہوگئی۔ یہ واقعہ غالبًا ''الاحرار'' کے کسی پرانے شمارے میں بھی محفوظ ہے۔

''المنیر'' کا اجراء:

دادا جان نے 1905ء میں چنیوٹ سے ایک ہفتہ روزہ اخبار کا اجراء کیا جس کا ذکر ''شہر لبِ دریا'' کے مصنف ڈاکٹر محمد امجد ثاقب اس طرح کرتے ہیں۔

> ''برصغیر میں بیسویں صدی کا آغاز غلامی کی انہی کہانیوں سے ہوتا ہے جنہیں مؤرخ نے ڈیڑھ سو سال سے لکھنا شروع کیا تھا۔ حریت فکر پر پہرے قائم تھے اور آزادیٔ اظہار کے گرد فصیلیں کھڑی تھیں۔ استبداد کے ان اندھیروں میں کچھ عہد ساز لوگوں نے فکر و عمل کے چراغ روشن کئے اور اپنے قلم کو قندیل بنا کر سیاست کے ساتھ ساتھ صحافت کے ذریعے قوم کی رہنمائی کا بیڑہ اٹھایا۔ ان شخصیات میں مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا ظفر علی خان، مولانا حسرت موہانی اور مولانا محمد علی جوہر نمایاں ہیں۔ یہ وہ ہراول دستہ تھا۔ جس نے صحافت کے میدان پُر خار سے کانٹے چننا شروع کئے تا کہ اس ڈگر پر چلنے والوں پر راستے کی صعوبتیں کم ہوسکیں۔
>
> مولانا ابوالکلام نے کم سنی میں کلکتہ سے ہفت روزہ اخبار ''الصباح'' کی ادارت سنبھالی، مولانا ظفر علی خان کے والد سراج الدین نے 1903ء میں ہفت روزہ ''زمیندار'' کا اجراء کیا جسے ان کے انتقال (1909ء)

کے بعدان کے فرزند مولانا ظفرعلی خان نے شہرت کے نصف النہار تک پہنچایا۔مولانا حسرت موہانی نے 1903ء میں ''اردوئے معلّٰی'' کا آغاز کیااوراردوشاعری کی روایات کے پیش نظر پہلے پہل رمزوکنایہ کے پیرائے میں اور رفتہ رفتہ مکمل جرأت اور بے باکی سے افکارِتازہ کا علم لہرانا شروع کردیا۔مولانا محمدعلی جوہر 1910ء میں ''کامریڈ'' اور ''ہمدرد'' کے جلو میں ابھرےاوران کے دم سے گلشنِ صحافت میں پھول ہی پھول بکھر گئے۔آزادی فکراور جرأتِ اظہار کی یہ لہرمحض چند شہروں تک محدود نہ تھی بلکہ اس کے اثرات پورے برصغیر میں پھیلنا شروع ہوگئے اور چھوٹے چھوٹے شہروں میں بھی حکایاتِ جنوں رقم ہونے لگیں۔

چنیوٹ ان دنوں ایک چھوٹا سا قصبہ تھا۔جس کے درودیوار پرغربت اور پس ماندگی کی مہرثبت تھی۔ آمدورفت اوررسل ورسائل کے ذرائع مفقود تھے۔نہ ریل اس طرف کارخ کرتی تھی نہ ہی دریائے چناب پر پل کی کمان کھنچی تھی۔معاشی کسمپرسی اور جاگیردرانہ نظام کی شکار یہ بستی بیسویں صدی میں قدم رکھے ہوئے اپنی کم مائیگی کے احساس سے ہچکچا رہی تھی۔لیکن ان نامساعد حالات میں اس شہرعلم وفن میں کچھ لوگ ایسے سامنے آئے،جنھوں نے ابوالکلام آزاد کی علمی روایات،ظفرعلی خان کی جرأت وبے باکی،حسرت موہانی کی درویشی اور محمد علی جوہر کی فصاحت وبلاغت کی سنہری روایات کو مستحکم کیا۔

چنیوٹ کے کوچہ صحافت کے پہلے سنگ میل کی حیثیت ایک علم دوست شخصیت حافظ خدابخش صغیر کو حاصل ہے۔جنھوں نے 1905ء میں یہاں سے ایک ہفت روزہ ''المنیر'' کا اجراء کیا۔جہالت کے اندھیروں میں یہ وہ پہلا چراغ تھا جس کی بدولت اس شہر کے افق پہ علم وادب کے اجالے پھیلنے لگے۔اس زمانے میں جھنگ سے ایک ہندوجریدہ ''جھنگ سیال'' کے نام سے نکلتا تھا۔تعصب،تنگ نظری کی بنیاد پراس میں مسلمانوں کو خوب مشقِ ستم بنایا جاتا۔جھنگ کے مسلمان زعماءاوراہل قلم نے اس کی یاوہ گوئی کا خاطرخواہ جواب دینے کے لیے حافظ خدابخش کو دعوت دی' کہ وہ جھنگ شہر سے جوضلعی صدرمقام بھی تھاایک رسالہ نکالیں جوضلع بھر کے مسلمانوں کی ذہنی وفکری تربیت کے ساتھ ساتھ ان کے مسائل کو بھی منظرعام پر لاسکیں اور مذکورہ ہندو پرچے کی متعصّبانہ حکمت عملی کا پردہ چاک ہو۔حافظ صاحب نے وقت کی اس ضرورت کو پہچانا،اپنی ساری جمع پونجی سمیٹی جوان کے قلم اوردستی پریس پرمشتمل تھی اور رسالہ ''المنیر'' لے کر جھنگ منتقل ہوگئے اوراس طرح ضلع بھر کے مسلمان ''المنیر'' سے فیض یاب ہونے لگے۔جھنگ میں ایک زبردست قلمی جنگ اور معاصرانہ چشمک کا آغاز ہوا۔حافظ صاحب کاقلم شمشیر برّاں سے کم نہ تھا۔انہوں نے اپنے بھرپورانداز اور برجستہ طرزِتحریر سے ادارہ ''جھنگ سیال'' کی دھجیاں بکھیر دیں اور یوں حافظ صاحب اوران کے حلقہ ادارت کے زورِقلم کی تاب نہ لاتے ہوئے ان کے مخالفین کو ''جھنگ سیال'' بندکرنا پڑا۔حافظ خدابخش صغیر میدان مار چکے تو جھنگ کو خیرباد کہہ کر پھر سے چنیوٹ پلٹ آئے۔لیکن یہاں آکر ''المنیر'' کے دوبارہ اجراء کی بجائے انجمن اسلامیہ چنیوٹ سے منسلک ہوگئے اوراپنا تن،من دھن انجمن کے تحت تعلیمی سرگرمیوں کے فروغ کے لیے وقف کردیا۔حافظ صاحب اپنی زندگی کی آخری سانسوں تک انجمن اسلامیہ سے وابستہ رہے۔1940ء میں ان کی وفات کے ساتھ ہی چنیوٹ میں صحافت کا اوّلین باب ختم ہوگیا''۔

یہاں پر یہ ذکر بھی ضروری ہے کہ ''المنیر'' کا ڈیکلریشن میرے چچا منیر احمد کے نام تھا۔ قیام پاکستان کے بعد مولانا عبدالرحیم اشرف مرحوم ومغفور کو ایک معاہدہ کے تحت چچا جان نے ''المنیر'' کی اشاعت کے لیے اجازت دے دی تھی۔ مولانا قیام پاکستان کے بعد چنیوٹ میں ہی آ کر آباد ہوئے تھے اور بعد میں فیصل آباد چلے گئے، معاہدہ یہیں چنیوٹ میں ہی ہوا تھا۔ اس طرح ''المنیر'' قیام پاکستان کے بعد لائل پور (فیصل آباد) سے بڑے تسلسل کے ساتھ شائع ہوتا رہا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد یہ معاہدہ ختم ہوگیا اور مولانا عبدالرحیم اشرف نے ''المنبر'' کے نام سے اپنا رسالہ جاری کیا جو آج بھی مولانا کے فاضل فرزند ڈاکٹر زاہد اشرف کی ادارت میں فیصل آباد سے شائع ہو رہا ہے۔ گویا ''المنبر''، ''المنیر'' کا ہی تسلسل ہے۔

ایک عبرت ناک خواب:

دادا جان کی زندگی میں ایسے دن بھی آئے کہ انہیں قادیان جانے کا اشتیاق رات دن ستائے رکھتا تھا۔ شاید وہ یہ چاہتے ہوں کہ قادیانیوں سے براہِ راست رابطہ قائم کر کے ان کے عقائد کے بارے میں گفتگو کی جائے یا پھر وہ قادیانیت سے متاثر ہو گئے ہوں۔ بہر حال وجہ کوئی بھی ہو واقعہ یہی ہے کہ وہ قادیان جانا چاہتے تھے اور جب انہوں نے قادیان جانے کا پختہ ارادہ کر لیا تو ایک رات خواب میں ہی قادیان پہنچ گئے۔ دادا جان نے یہ خواب خود والد محترم کو سنایا اور والدِ محترم نے مجھے کہ جب تیرے دادا جان خواب میں قادیان پہنچ گئے تو لوگوں سے انہوں نے پوچھنا شروع کیا کہ مرزا غلام احمد کی قبر کہاں ہے؟ دل میں تھا کہ مرزا کی قبر پر فاتحہ پڑھ لیا جائے۔ لوگوں کے بتانے کے مطابق جب دادا جان ایک عمارت میں داخل ہوئے تو عمارت کے صحن میں ایک قبر ان کے سامنے تھی، دادا جان کو یقین ہوگیا کہ یہی مرزا کی قبر ہے۔ جوں ہی دادا جان نے فاتحہ کے لیے ہاتھ اٹھائے قبر درمیان سے پھٹی اور ایک لمبی دُم والا لنگور قبر سے برآمد ہوا اور عمارت کے اندر برآمدوں میں ادھر اُدھر بھاگتا نظروں سے غائب ہوگیا۔ دفعتاً دادا جان کی آنکھ کھل گئی اور زبان پر **لاحول ولاقوۃ الا باللہ** کا ورد جاری ہوگیا۔ جس کے بعد قادیانیوں کے بارے میں اُن کے ذہن میں کوئی نرم گوشہ تھا بھی تو ہمیشہ کے لیے ختم ہوگیا۔

دادا جان کی رحلت:

1940,39,38 میں ہم لائل پور میں مقیم تھے دھوبی گھاٹ کے ایک مکان میں رہائش تھی۔ گجر بستی نزد عیدگاہ کے ایک مڈل سکول میں والد محترم انگریزی کے استاد کے طور پر ملازم تھے۔ اسی سکول میں انہوں نے مجھے بھی داخل کرا دیا۔ میرا چھوٹا بھائی نصیر اور ایک بہن اسی مکان میں پیدا ہوئے۔ اقبال بچپن میں ہی فوت ہوگئی تھی جسے لے کر ہم چنیوٹ آ گئے، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میرے دادا جان میری بہن کی میت کو اپنے دونوں ہاتھوں پر اٹھائے لوگوں کے آگے آگے چل رہے تھے اور میں اپنے ابا جی کا ہاتھ تھامے روتا روتا قبرستان پہنچا تھا۔ جنازہ بھی میرے دادا جان نے ہی پڑھایا تھا۔ میرے سامنے میری بہن کی تدفین ہوئی تھی۔ چھوٹے بھائی نصیر کی پیدائش پر میں اپنے دادا جان کے ساتھ چنیوٹ میں تھا۔ بھائی کی پیدائش کی خبر سن کر دادا جان مجھے اپنے ساتھ لائل پور لے کے آئے تھے۔ یہ سفر مجھے اچھی طرح یاد ہے، جب ان کا

انتقال ہوا تو میری عمر تقریباً چھے سال ہوگی اس وقت میں دوسری جماعت کا طالب علم تھا۔ روزانہ والد صاحب سائیکل پر بٹھا کر مجھے اپنے ساتھ سکول لے جاتے تھے۔ یہ سائیکل والد صاحب نے علامہ طالوت مرحوم سے خریدا تھا۔ ایک مرتبہ علامہ طالوت مرحوم ہمارے گھر مہمان ہوئے ان کے پاس صندوق کی طرح کا ایک بڑا لکڑی کا ڈبہ تھا۔ والد صاحب نے پوچھا یہ کیا لائے ہو؟ جواب میں علامہ طالوت مرحوم نے کہا کہ سائیکل خریدا ہے ''ریلے'' ہے (جرمنی کا سائیکل)۔ والد صاحب نے کہا کہ تمہیں جتنی اس کی ضرورت ہے اس سے زیادہ اس کی مجھے ضرورت ہے۔ یہ سائیکل مجھے دے دو۔ علامہ طالوت مرحوم نے جواباً کہا کہ تم لے لو۔ چنانچہ وہ سائیکل صرف ستر روپے میں والد صاحب نے ان سے خرید لیا تھا۔ علامہ طالوت مرحوم سے والد صاحب کی دوستی میری پیدائش سے بھی پہلے کی تھی۔ لیکن دوستی پروان اس وقت چڑھی جب دونوں اسلامیہ ہائی سکول چنیوٹ میں اکٹھے ہوگئے۔ علامہ طالوت مرحوم مدت تک اسی سکول میں عربی ٹیچر کے طور پر پڑھاتے رہے، جہاں والد محترم انگریزی پڑھاتے تھے۔

انتقال کی خبر :

ان دنوں والد صاحب سکول سے واپس آکر چنیوٹ کے ایک شیخ زادے کو ڈگلس پورہ میں ان کے گھر ٹیوشن پڑھانے جاتے تھے۔ میں گھر پر تھا کہ دستک ہوئی۔ میں نے دروازہ کھولا تو چنیوٹ سے ایک ہمارے جاننے والا شخص میرے سامنے تھا، کہنے لگا تیرے والد صاحب کہاں ہیں؟ میں نے کہا گھر پر نہیں وہ تو ڈگلس پورہ گئے ہوئے ہیں۔ اس نے کہا کہ تمہیں اس گھر کا پتہ ہے؟ میں کہا کہ ہاں، اس نے ساتھ چلنے کو کہا کہ انہیں ایک ضروری پیغام دینا ہے اور اسی لیے میں خصوصی طور پر چنیوٹ سے آیا ہوں۔ میں نے والدہ صاحبہ سے ذکر کیا، تو انہوں نے کہا کہ اس کا نام پوچھو، میں نے نام پوچھا تو اس نے کہا رفیق چنیوٹی۔ والدہ صاحبہ نے اجازت دے دی۔ میں اسے ساتھ لے کر ڈگلس پورہ پہنچ گیا۔ اس نے واپسی پر راستے میں دادا جان کے انتقال کی خبر سنائی۔ مجھے یاد ہے والد صاحب نے رونا شروع کردیا، خبر سن کر میں نے بھی ساتھ رونا شروع کردیا۔ گھر آئے تو جلدی سے تیاری کر کے ہم چنیوٹ پہنچے۔ چنیوٹ اڈے پر میرے ماموں میاں غلام مرتضٰی راجھہ مرحوم ہمارے انتظار میں ایک ٹانگہ لیے کھڑے تھے۔ والدہ مرحومہ کو گھر بھیج دیا گیا اور میں اپنے ابو کے ساتھ جنازہ گاہ پہنچا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پورا شہر ہی جنازہ گاہ پہنچ گیا ہے۔ بعض لوگوں نے جنازے میں شرکت نہیں کی لیکن جنازہ گاہ سے ملحقہ پارک میں موجود رہے۔ میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں بتایا گیا کہ یہ شہر کے ہندو ہیں جو احتراماً جنازہ گاہ آئے ہیں۔ پورے شہر میں اس دن دکانیں بند کردی گئیں۔ یوں لگتا تھا جیسے سوگوار فضا نے پورے شہر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہو۔

دادا جان کی رحلت اچانک ہوئی تھی نہ کوئی بیماری نہ عارضہ' ظہر کی نماز مسجد میں جا کر پڑھنے کے لیے حسب معمول گھر سے نکلے، بازار سے گزرتے ہوئے لوگوں کو دکانیں بند کر کے نماز کے لیے کہتے تھے یہ ان کا معمول تھا۔ اس روز بھی لوگوں سے یہی کہتے ہوئے دکانیں بند کراتے جاتے تھے۔ لیکن جب مسجد کی سیڑھیوں پر قدم رکھا تو گر ے لوگوں نے فوراً ڈاکٹر فیض کو بلایا' جس کا ہسپتال اس ''مسجد چنیوٹیاں'' کے قریب ہی تھا۔ ڈاکٹر نے چیک کیا اور کہا کہ موت پہلے ہوئی

ہے گرے بعد میں ہیں۔ یہ ''ہارٹ فیل'' کیس ہے۔

اتفاق کی بات ہے کہ اسی روز صبح کے وقت اسی محلّہ چنیوٹیاں میں ایک عورت کا انتقال ہوا، دادا جان وہاں ان کی دلجوئی کے لیے پہنچے، کفن اپنے ہاتھ سے تیار کیا اور اعلان کیا کہ ظہر کی نماز کے بعد جنازہ اٹھایا جائے گا لیکن وہ جنازہ بعد میں پڑھایا گیا پہلے دادا جان کا جنازہ ادا ہوا۔ اس محلے کے لوگ دادا جان کو پیروں کی طرح مانتے تھے۔ انتہائی قدر و منزلت سے دیکھتے، عقیدت مندوں کی اکثریت اس محلے میں رہائش پذیر تھی۔ دونوں طرف کی بات سن کر کہتے کہ میرے خیال میں اس طرح کر لیا جائے تو معاملہ سلجھ سکتا ہے۔ پھر اس کے بعد کسی میں اتنی ہمت یا جرأت نہ ہوتی کہ ان کے فیصلہ کو تسلیم کرنے سے انکار کر دے، دادا جان کی شرافت، ان کے خلوص نے لوگوں کے دلوں کو مسخر کر لیا تھا اُن کی باتوں کو ماننا وہ اپنی روحانی تسکین کا ذریعہ سمجھتے تھے۔

آئے عشّاق گئے وعدۂ فردا لے کر
اب انہیں ڈھونڈھ چراغِ رُخِ زیبا لے کر

(جاری ہے)

سکول، کالج اور دینی مدارس کے طلباء و طالبات نیز تمام خواتین و حضرات کے لیے

فہمِ ختمِ نبوت خط کتابت کورس

- خط کتابت کے ذریعے گھر بیٹھے عقیدۂ ختم نبوت سے مکمل آگاہی اور منکرینِ ختم نبوت کے عقائد و نظریات سے واقفیت حاصل کریں۔
- داخلہ کے لیے سادہ کاغذ پر اپنا نام، ولدیت، تعلیم و پیشہ، فون نمبر اور ڈاک کا مکمل پتا لکھ کر ارسال کریں • ایک لفافہ میں صرف ایک ہی درخواست بھیجیں۔
- ایس ایم ایس کے ذریعے اپنا نام و پتہ بھیج کر داخلہ لے سکتے ہیں۔
- کورس مکمل کرنے پر ایک خوبصورت سند، جبکہ نمایاں کارکردگی پر شرکاء کو خصوصی تحائفِ کتب دیئے جائیں گے۔

داخلہ جاری ہے

رابطہ دفتر مجلس احرار اسلام مسجد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، تلہ گنگ (غرب) ضلع چکوال (پنجاب)
0300-5780390,0300-4716780

حُسنِ انتقاد

تبصرہ کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

● **کتاب: الالوانیہ فی متن الشاطبیہ**

مؤلف: امام ابوالقاسم الشاطبی　　　محقق: خالد محمود

صفحات: ۸۰　　　قیمت: درج نہیں　　　ناشر: مکتبہ القراءۃ، 143-B ماڈل ٹاؤن۔ لاہور

قرآن مجید مسلمانوں کے نزدیک سب سے محترم اور مکرم کتاب ہے اور اس سے کسی بھی قسم کی وابستگی ہر مسلمان اپنے لیے باعثِ نجات سمجھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی تاریخ علمائے اسلام کی قرآنی خدمات کی کثرت سے ایک ایسا آسمان بن چکی ہے کہ جس پر ستاروں کی جگہ بھی چاند جگمگا رہے ہوں۔ یہ کہنا تو ناکامیٔ ابلاغ ہے کہ مسلمانوں نے علوم قرآن کے موضوع پر بہت دادِ تحقیق و تالیف دی ہے، کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کا سارے کا سارا علمی سرمایہ اسی ایک کتابِ شریف کے اردگرد ہی گھومتا ہے۔ گویا ایک مسلمان عالم جب بھی کوئی علمی کام کرتا ہے تو ایسا نہیں ہوتا کہ اُس کے اس کارنامے کا قرآن اور علوم قرآنی سے کوئی بالواسطہ یا بلاواسطہ تعلق نہ ہو۔ علم قراءات و تجوید بھی انھی علوم میں سے ایک علم ہے۔ البتہ اس کی ایک اضافی خصوصیت یہ ہے کہ اس کو تاریخِ اسلامی کے ہر دور میں ہمیشہ اکابر اہل علم اور رتبے کے اعتبار سے نہایت بلند و بالا شخصیات کا اعتراف و پذیرائی حاصل رہی ہے۔ آپ ابوالکلامی آہنگ اختیار کرنا چاہیں تو کہہ سکتے ہیں کے اس علمِ شریف نے اپنے شکوہ کا خراج ہمیشہ اساطین و اعلام کی جھودو توجہات سے لیا ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ علم قراءات و تجوید کا تعلق دیگر اسلامی علوم کی نسبت قرآن مجید سے بالکل بلاواسطہ اور براہِ راست الفاظ کے ساتھ ہے۔ ایک زمانہ تھا، ع.....کبھی کی بات ہے، فریاد! میراوہ کبھی.....کہ مسلمانوں کو علمِ تجوید سے بے پناہ تعلق تھا۔ بلکہ یہ تعلق اور دلچسپی اس قدر بڑھ چکی تھی کہ بعض اوقات تو یہ اصول اور مقاصد میں بھی حارج ہونے لگتی تھی۔ جیسا کی حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے الفوز الکبیر میں کسی عارف کا قول نقل کیا ہے کہ جب سے مسلمانوں کو قواعد تجوید زبانی یاد ہونے لگے ہیں لوگوں سے تلاوت کا خشوع چھن گیا ہے۔

زیرِ تبصرہ کتاب کو علم قراءات و تجوید میں مرکزی متن کی سی حیثیت حاصل ہے۔ مثال سے بات واضح ہوتی ہے.....الشاطبیہ کو علم قراءات و تجوید میں وہی مقام اور مرتبہ حاصل ہے جو حافظ ابنِ حجر کی شرح نخبہ کو اصول حدیث میں، ابن مالک کے الفیہ یا ابن حاجب کی کافیہ کو علم نحو میں اور امام قدوری کی الکتاب کو فقہ حنفی میں حاصل ہے۔ علم قراءات و تجوید کے اساتذہ جب کبھی اتصالِ سند کا اہتمام کرتے ہیں تو اسی کتاب کی سند کو بیان فرماتے ہیں۔ عظیم مؤرخ و محقق علامہ جزری علیہ الرحمہ کا بیان ہے کہ اسلامی شہروں میں سے کوئی شہر بلکہ کسی طالبِ علم کا گھر اس کتاب سے خالی نہیں ہے۔

اس کتاب (الشاطبیہ) کا پورا نام ''حرز الامانی ووجہ التہانی'' اور یہ دراصل امامِ علومِ قرآنی حضرت علامہ دانی رحمہ اللہ کی نثری کتاب ''تیسیر'' کا منظوم پیراہن ہے۔ شاعر ہیں امام ابو قاسم الشاطبی۔ ہر دو اپنے اپنے زمانے میں علم قراءات وتجوید کے ائمہ ہوئے ہیں اور دونوں نے اس فضیلت والے علم کی بے تحاشا خدمت کی۔ ملحوظ رہے کہ یہ امام شاطبی اسرار شریعت کی مشہور اور عظیم الشان کتاب الموافقات فی اصول الشریعہ کے مصنف علامہ شاطبی نہیں بلکہ اُن سے تقریباً دو سو سال قبل کے بزرگ ہیں۔ علامہ شاطبی نے امام دانی کی تیسیر کو جب نظم کا لبادہ اڑھایا تو اپنی طرف سے اُس کی تزئین وآرائش اور تلخیص وتوجیہ وتوضیح وغیرہ سے بھی پیراستہ کیا۔ اس کی ایک سلسلے میں قرآن مجید کے مختلف فیہ الاداء مقامات میں صاحب اختلاف ائمہ کے اسماء کو مرموز انداز میں بیان فرمایا، نیز اس کے علاوہ بھی اُسلوبِ نظم کی تنگ دامانی کی وجہ سے بہت سے اشاروں، کنایوں، تلمیحات واستعارات کو استعمال کیا۔ جن کی بدولت کتاب ایک گونہ مشکل اور دقیق ہوگئی۔ کتاب کی اہمیت کے پیش نظر ہر دور کے علمائے قراءت نے اس کے اجمال کے بیان کے لیے مختلف شروح لکھیں اور اس کو قریب الفہم بنانے کے لیے مختلف طریقوں سے تدوین کیا۔ فاضل محقق جناب خالد محمود نے اس کے قدیم متداول نسخوں اور شروح سے استفادہ کر کے تلوین (رنگوں کے ذریعے امتیاز) کے جدید طریقے کی بنیاد پر اس نسخے کو مدوّن کیا ہے۔ جتنے آسان لفظوں میں ہم اس تدوین کا تعارف پیش کر رہے ہیں، یقین کیجیے کہ یہ عمل اُتنا ہی پیچیدہ اور کٹھن تھا۔ بے پناہ وابستگی، بے تحاشا محبت، لامتناہی جذبے اور مسلسل وپیہم اندرونی تحریک کے بغیر اس کام کا پایۂ تکمیل کو پہنچنا ناممکن اگر نہیں تو بہت مشکل ضرور تھا۔ کتاب کی از سرِ نو دستی کتابت، متن کی تصحیح میں غیر معمولی احتیاط، مضبوط چکنے کاغذ پر طباعت، عمدہ جلد بندی اور تلوین کی اضافی محنت واقعی طور پر قابلِ داد ہے۔ انحطاطِ علم کے اس زمانے میں ایسی محنت اور اتنی لگن کے ساتھ خالص علمی کام کرنا ہر اعتبار سے لائق تحسین اور قابلِ مبارکباد ہے۔
ہم قارئین کی توجہ ایک بار پھر اس تدوین کے زمانے کی طرف منتقل کرنا چاہیں گے کہ یہ وہ زمانہ ہے جب قراءات کا انکار باقاعدہ سرکاری سرپرستی میں کیا جا رہا ہے ایسے میں فاضل محقق کا یہ عشق نامہ جہاں بہت سے خالص علمی اور درسی فوائد پر مشتمل ہے وہیں یہ مستغربین پاکستان اور ان کے فکری ملأ اعلیٰ کے لیے ایک جواب بھی ہے۔ ایک بھرپور، مسکت اور دندان شکن عملی اورافادی جواب۔

- **کتاب: روئیداد مناظرہ حیات الأنبیاء بمقام ہتھیجی۔ ضلع بہاولپور**

مرتب: مولانا جمیل الرحمٰن عباسی　　صفحات: ۱۲۷　　قیمت: درج نہیں

ناشر: ادارہ اشاعت الخیر بیرون بوہڑ گیٹ۔ ملتان

مسئلہ حیات الانبیاء فی القبور امت کے اجماعی اور اتفاقی مسائل میں سے ایک ہے۔ اس مسئلہ پر سلف وخلف اہل سنت علماء میں سے کسی کا کوئی اختلاف منقول نہیں ہے۔ تا آنکہ بیسویں صدی کی چھٹی دہائی میں بعض علماء کو اس مسئلے میں ایک علیحدہ اور نئی رائے کا انکشاف ہوا، اور انھوں نے خالص علمی اور درسی نوعیت کی اس بحث کو عوامی اور تبلیغی اجتماعات میں بیان کر کے اختلافی صورت کو معرضِ وجود بخشا۔ یہ اختلاف غلط مقام پر بیان ہونے اور غلط افراد کے اشتراکِ کار کی وجہ سے جب شرافت کی حدود اور علمی اختلاف کے دائرے سے باہر نکلنے لگا تو اکابر کو اس صورت حال پر تشویش ہوئی۔ چنانچہ مہتمم دار العلوم دیو بند متکلم اسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمہ اللہ پاکستان تشریف لائے اور طرفین سے ایک

متفقہ عبارت پر دستخط لیے اور طے ہوا کہ آئندہ عوامی اجتماعات اور غیر عالم مستفسر کے سامنے صرف اسی عبارت کو پیش کیا جائے گا جزئیات کی تفصیل نگاری نہیں کی جائے گی۔ عبارت کچھ یوں تھی کہ ''وفات کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلقِ روح حیات حاصل ہے۔ اور اس حیات کی وجہ سے روضۂ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں''۔ اس عبارت کے نیچے نومولود جمعیت اشاعت التوحید کے بانی امیر مولانا قاضی نور محمد رحمہ اللہ اور بانی ناظمِ اعلیٰ مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ کے دستخط بھی ثبت کیے گئے۔ افسوس کہ اکابر کی یہ قابلِ تعریف وتقلید کوشش بھی کامیاب نہ ہوسکی۔ اور توحید واحیائے دین کے پاک نام پر فتنہ پردازی وافتراق اندازی کے مذموم مقاصد کی تکمیل کا دھندہ کبھی بے نتیجہ مناظروں کے ذریعے، کبھی عوامی اجتماع میں ہیچو ما دیگرے نیست کے نعروں کے ذریعے، کبھی ہلڑ بازی اور شور وشغب کے ذریعے اور کبھی مبارزت اور چیلنج بازی کے ذریعے جاری رہا۔

یہ کتاب ایسے ہی ایک ہنگامے کو فرو کرنے کی کہانی سناتی ہے، بلکہ کتاب کیا سنائے گی، کہانی خود ہی اپنا آپ سنانے اور منوانے پر تلی ہوئی نظر آتی ہے۔ ایسی من مان اور من موجی کہانی ہے کہ نہ تو کسی استاذ العلماء کی جگت استادی کا لحاظ کرتی ہے نہ ہی کسی شیخ الکل کی تپسیا کا پالن کرنے کے لیے تیار ہے۔ یہ کتاب دراصل ایک مناظرہ کی روئیداد ہے۔ جو اسی مسئلہ حیات الانبیاء فی قبورھم کے عنوان پر فریقین کے اہلِ علم افراد کے مابین برپا ہوا۔ حیرت کی بات ہے کہ مناظرہ میں طاقت کا توازن بالکل نہیں ہے۔ ایک طرف ایک شیخ الحدیث اور استاذ العلماء براجمان ہیں اور دوسری طرف ایک نوخیز طالب علم بیٹھا ہے۔ اور مزید حیرت یہ ہے کہ نتیجہ اس عدم توازن کا بالکل ہی الٹ نکلتا ہے۔

اہلِ سنت کے اتفاقی اور اجماعی نظریے کی وکالت کرنے والے عالم جناب مولانا جمیل الرحمٰن عباسی کا بیان ہے کہ

> ''یہ مناظرہ ۱۴۲۲ھ 2002ء میں تقریباً نو سال قبل ہوا تھا۔ قارئین سوچتے ہوں گے کہ اس مناظرہ کو نو سال کے بعد شائع کرنے کی آخر کیا ضرورت پیش آگئی ہے؟ بجا ہے، مگر اس کا آغاز بھی منکرین حیات کی طرف سے ہوا ہے، چند دن پہلے برادرِ مکرم مولانا عبدالرحمٰن صابر صاحب نے فون پر بتایا کہ نو سال پہلے ہونے والا مناظرہ کتابی شکل میں مماتیت کیطرف سے شائع ہوگیا، میں حیران تھا کہ وہ لوگ مناظرہ کیسے شائع کرسکتے ہیں؟ جب کہ وہ اس مناظرہ میں عبرتناک شکست سے دوچار ہوئے تھے، میں نے کتاب کا نسخہ منگوالیا جب مطالعہ کیا تو کتاب میں دیانت سر پیٹتی نظر آئی کہ مناظرہ میں ہر طرح کی قطع برید کی گئی تھی۔

کتاب میں صحت متن اور حروف خوانی کی کوششوں کے باوجود کچھ غلطیاں رہ گئی ہیں۔ امید ہے کہ کتاب کا نقشِ ثانی نقشِ اوّل سے بہتر ہوگا

آخر میں استاذ الحدیث مولانا منیر احمد منور کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیے۔ مولانا تو خاص اسی مسئلہ میں مخالفین کا رویہ بتلا رہے ہیں لیکن ہماری رائے میں یہ رویہ صرف اسی مسئلے کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر کج فہم اور غلط رَو جماعت کا طرزِ عمل ہمیشہ سے یہی رہا ہے۔

''حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر مناظرہ کے سلسلہ میں منکرین حیات کی کوشش ہوتی ہے کہ موضوع مناظرہ کی تنقیح نہ ہو بلکہ موضوع مبہم رہے کہ قائلین حیات، انبیاء علیہم السلام کی حیات ثابت کریں اور ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کی موت پر دلائل دیں گے جب کہ اہل سنت والجماعۃ کی کوشش ہوتی ہے کہ پہلے موضوع کی تنقیح ہو پھر مناظرہ کیا جائے''

(تبصرہ صبیح ہمدانی)

● کتاب: ''فیضانِ فیضؒ ''

مرتب: مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی ضخامت: ۱۸۴ صفحات۔ قیمت: درج نہیں

ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہؓ۔ برانچ پوسٹ آفس، خالق آباد، ضلع نوشہرہ (خیبر پختونخواہ)

شیخ الحدیث حضرت مولانا فیض احمد ملتانی نور اللہ مرقدہٗ ماضی قریب کی نہایت علمی و روحانی شخصیت تھے، استاذ العماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے مایہ ناز شاگرد اور معتمد تھے، جامعہ خیر المدارس ملتان میں استاذِ حدیث اور جامعہ قاسم العلوم ملتان کے مہتمم رہے۔ شروع سے علمی مزاج پایا۔ علم تفسیر و حدیث اور فقہ پر گہری نظر تھی۔ ''نماز مدلّل'' اُن کی شہرہ آفاق کتاب ہے۔ علامہ عینی کی شرح ہدایہ البنایہ'' کی آٹھ جلدوں کی تصحیح اور تعلیق و تخریج اُن کی عظیم علمی و دینی خدمت ہے۔ جب تک صحت باقی رہی حدیث شریف پڑھاتے رہے۔ ۲۵ رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ کو انتقال ہوا۔

''فیضانِ فیض'' میں مولانا کی منتشر تحریروں کو مولانا حبیب اللہ شاہ حقانی جمع و مرتب کر کے گراں قدر علمی خدمت انجام دی ہے۔ حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہٗ کے نام مکاتیب اور ''القاسم'' میں شائع ہونے والی بعض تحریریں ''فیضانِ فیض'' میں جلوہ گر ہیں۔ جن میں علمی اشکالات کا حل، سوالات کے مدلّل جوابات، دینی مدارس کے علماء و طلباء کے لیے انتہائی مفید نصائح پڑھ کر ایمان کو طاقت اور فکر کو روشنی ملتی ہے۔

● مکاتیب طالب ہاشمیؒ بنام مولانا عبدالقیوم حقانی''

ترتیب: حافظ عبید اللہ عابد ضخامت: ۲۰۵ صفحات قیمت: درج نہیں

ناشر: القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہؓ، خالق آباد ضلع نوشہرہ

معروف محقق و سیرت نگار طالب ہاشمیؒ کے مولانا عبدالقیوم حقانی کے نام علمی و ادبی مکاتیب، ۱۹۹۲ء تا ۲۰۰۷ء سن وار مرتب کیے گئے ہیں۔ جن میں، سیرت طیبہ کی روشنی، تذکارِ اصحاب رسول علیہم الرضوان، تاریخ، شعر و ادب کے منفرد واقعات اور شخصیات کے سوانح و افکار پر تبصرہ تجزیہ کے علاوہ بہت ہی مفید علمی مواد جمع ہو گیا ہے۔ مولانا عبدالقیوم حقانی ایک علم دوست شخصیت ہیں۔ اُن کی وساطت سے ایک گراں قدر علمی ذخیرہ اہل ذوق کو میسر آ گیا ہے۔ اس خوبصورت گلدستے کو مرتب کرنے پر حافظ عبید اللہ عابد مبارک باد کے مستحق ہیں۔

● **اشاریہ ماہنامہ القاسم**

مرتب: محمد شاہد حنیف ضخامت: ۲۱۸صفحات

مولانا عبدالقیوم حقانی کی زیر ادارت شائع ہونے والے مجلّہ ''ماہنامہ القاسم'' کا شمار اس وقت معروف علمی جرائد میں ہوتا ہے۔ رسائل و جرائد میں شائع ہونے والا مواد عموماً رسائل میں ہی دب کر رہ جاتا ہے۔ درور حاضر میں اشاریہ سازی کی بدولت یہ تمام مواد ریکارڈ پر آ گیا ہے۔ ماہنام القاسم کے ۱۳، سالوں میں شائع ہونے والے ۱۲۸ شماروں میں ۱۰۶۲۶ صفحات میں ۲۰۰ مصنفین کے ۲۵۰۰ مقالات ونگارشات اور ۱۰۰۰ کتابوں پر تبصروں کا ۱۰۰ موضوعات پر مشتمل یہ اشاریہ معروف اشاریہ ساز جناب محمد شاہد حنیف نے مرتب کیا ہے۔ انہوں نے ملک کے کئی دیگر جرائد کے اشاریے بھی ترتیب دیے ہیں اور نقیبِ ختمِ نبوت کے اشاریے کے ہم منتظر ہیں۔

● **حیاتِ سفیرِ ختم نبوت، مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ**

تالیف: مولانا مشتاق احمد چنیوٹی ضخامت: ۸۳۰صفحات قیمت: درج نہیں

ملنے کا پتہ: مکتبہ انور شاہ، جامعہ عربیہ، چنیوٹ

حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ اُن لوگوں میں سے تھے جن کا اوڑھنا بچھونا تحفظ ختم نبوت کا مشن تھا۔ انہوں نے حضرت مولانا بدر عالم اور حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہم اللہ جیسے علماءِ حق سے علم دین حاصل کیا۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیات رحمہم اللہ سے تحفظ ختم نبوت کا سبق لیا۔ اپنے عہد کے جیّد علماء وصلحاء اور قائدین سے استفادہ کیا اور عملی میدان میں تحفظِ ختم نبوت اور محاسبۂ قادیانیت کا انتخاب کیا۔ ۱۹۵۳ء کی تحریکِ تحفظِ ختم نبوت میں قید ہوئے چند ماہ جیل میں حضرت امیر شریعتؒ کی رفاقت بھی میسر آئی۔ مولانا چنیوٹی ۱۹۵۳ء سے لے کر اپنی موت تک تحفظِ ختم نبوت کے مشن کے لیے سرگرمِ عمل رہے۔ انہوں نے غیر ملکی دورے بھی کیے اور یورپ وافریقہ اور عرب ممالک میں جا کر قادیانیت کے دجل کا پردہ چاک کیا۔ اسی وجہ سے انہیں سفیر ختم نبوت کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ مرزا بشیر الدین سے لے کر مرزا مسرور تک قادیانیوں کے تمام لیڈروں کو للکارتے رہے۔ اُن کے دلائل اور جرأت کے سامنے کوئی نہ ٹھہر سکا۔

مولانا مشتاق احمد چنیوٹی، حضرت سفیر ختم نبوت کے قابلِ فخر اور لائق ترین شاگردوں میں سے ہیں۔ انہوں نے اپنے عظیم استاذ و محسن کی حیات وخدمات پر یہ ایک شاندار کتاب تالیف فرمائی ہے۔ ۱۴، ابواب پر مشتمل اِس کتاب میں مولانا منظور احمد چنیوٹی کے سوانح، افکار، خدمات اور کارناموں پر مستند معلومات جمع کر کے محبت کا حق ادا کیا۔ حضرت مولانا محمد نافع مدظلہٗ، حضرت مولانا عبدالحفیظ مکّی دامت برکاتہم اور شیخ الحدیث مولانا زاہد الراشدی مدظلہٗ کی تقاریظ سے کتاب کی اہمیت دوچند ہوگئی ہے۔ تحریکِ ختم نبوت سے وابستہ تمام کارکنوں کے لیے اس کتاب کا مطالعہ اشد ضروری ہے۔ یہ کتاب انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے تعاون سے شائع کی گئی ہے۔ (تبصرہ: کفیل بخاری)

ادارہ

اخبارالاحرار

چیچہ وطنی (رپورٹ: شاہد حمید) 25 راپریل کو اہل سنت والجماعت پاکستان کے سربراہ مولانا محمد احمد لدھیانوی دفتر احرار تشریف لائے اور احرار کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ سے ملاقات کی اور مختلف امور پر تبادلہ خیال ہوا۔ اِس موقع پر علماء کرام اور دینی کارکنوں کی ایک بڑی تعداد بھی موجود تھی۔ اُسی رات اہل سنت والجماعت پنجاب کے صدر مولانا شمس الرحمن معاویہ نے بھی عبداللطیف خالد چیمہ کی رہائش گاہ پر ان سے ملاقات اور تبادلہ خیال کیا۔ یکم مئی کو حضرت امیر مرکزیہ پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ العالی نے لاہور جاتے ہوئے کچھ دیر چیچہ وطنی میں قیام کیا۔ احباب نے ان سے ملاقات کی۔ 2 رمئی کو عبداللطیف خالد چیمہ نے گوجرانوالہ کا سفر کیا۔ 7 رمئی کو سید محمد کفیل بخاری اور مولانا مفتی ہارون مطیع اللہ (کراچی) چیچہ وطنی تشریف لائے اور خالد چیمہ اور دیگر ساتھیوں کے ہمراہ جمعیت علماء اسلام کے کارکن جناب شیخ تنویر احمد کی دعوت ولیمہ میں شرکت کے بعد جناب شیخ عبدالغنی کی قیام گاہ پر ان کی اہلیہ مرحومہ کے انتقال پر تعزیت کا اظہار کیا۔ 10 رمئی کو سید محمد کفیل بخاری ملتان سے چیچہ وطنی تشریف لائے اور عبداللطیف خالد چیمہ کے ہمراہ تلہ گنگ ختمِ نبوت کانفرنس میں شرکت کے لئے روانہ ہوئے راستے میں جوہر آباد میں جامعہ امدادیہ اسلامیہ میں مولانا مفتی زاہد محمود کے ہاں بھی قیام کیا احرار رہنماؤں نے پریس کانفرنس سے بھی خطاب کیا اِسی موقع پر مولانا حکیم رشید احمد ربانی، مولانا قاری محمد سلیم، پروفیسر عبداللطیف، مولانا قاری حبیب اللہ رحیمی، مولانا محمد اسماعیل مہروی، مفتی عبدالحفیظ، قاری عبدالحمید، احسان اللہ صدیقی اور دیگر حضرات بھی موجود تھے تلہ گنگ ختمِ نبوت کانفرنس میں شرکت کے اگلے روز 11 رمئی کو ان حضرات نے خانقاہ سراجیہ کا سفر کیا اور چوک اعظم سے ہوتے ہوئے ملتان اور چیچہ وطنی پہنچے 13 رمئی کو عبداللطیف خالد چیمہ نے چک 22-11۔ایل (غازی آباد) کی جامع مسجد بہارِ مدینہ میں نماز جمعتہ المبارک سے خطاب کیا۔ 19 رمئی کو جناب سید محمد کفیل بخاری اور جناب میاں محمد اویس جماعت کی مرکزی مجلس شوریٰ کی تشکیل اور تنظیمی امور کے سلسلہ میں باہمی صلاح مشورے کے لئے چیچہ وطنی تشریف لائے اور رات گئے تک جناب عبداللطیف خالد چیمہ سے مشاورت جاری رہی جناب محمد ارشد چوھان اور جناب حافظ محمد عابد مسعود بھی شریکِ اجلاس رہے۔ 20 رمئی کو خالد چیمہ نے جامع مسجد اقصیٰ غازی آباد میں نماز جمعتہ المبارک سے قبل سیرت سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور تحفظ ختم نبوت کے موضوع پر خطاب کیا۔ 23 رمئی کو حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادے اور مرکز سراجیہ لاہور کے مدیر صاحبزادہ رشید احمد چیچہ وطنی تشریف لائے اور عبداللطیف خالد چیمہ سے باہمی دلچسپی کے امور پر بات چیت ہوئی۔ 25 رمئی کو عبداللطیف خالد چیمہ نے ٹی ایم اے ہال چیچہ وطنی میں

اہلسنت والجماعت کے زیر اہتمام ''سیرت حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ'' کے سلسلہ میں منعقدہ سیمینار میں شرکت وخطاب کیا۔ 26 مئی کو خالد چیمہ نے لاہور پریس کلب میں اہلسنت والجماعت کے زیر اہتمام ''یوم حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ'' کے سلسلہ میں منعقدہ اجتماع میں شرکت کی اور رات کو دفتر مرکزیہ احرار لاہور میں مجلس احرارِ اسلام لاہور کے اراکین ومعاونین کے اجلاس سے خطاب کیا

حکمرانوں نے اقتدار بچانے کے لیے پاکستان کی سلامتی وخودمختاری داؤ پر لگا دی

لاہور (۶ مئی) مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری، سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ، سید محمد کفیل بخاری اور قاری محمد یوسف احرار نے کہا ہے کہ ایبٹ آباد آپریشن سے پاکستان کی سلامتی وخودمختاری کو داؤ پر لگا دیا گیا ہے اور حکمران اقتدار بچانے کے لئے ملک گنوانے کی طرف آگے بڑھے ہیں مختلف مقامات پر احرار رہنماؤں نے کہا ہے کہ اسامہ مرانہیں شہید ہوا ہے اس کو شہید کہنے سے ہچکچانے والے اپنے نقطۂ نظر پر نظر ثانی کرلیں، سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ اسامہ اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کی جدوجہد کر رہے تھے اور یہ جدوجہد شہادتوں سے آگے بڑھے گی۔ عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ امریکہ اور پاکستانی حکمرانوں کی گرتی ہوئی ساکھ تباہی کی طرف بڑھ رہی ہے اور دنیا میں اسامہ گھر گھر پیدا ہو چکے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حکومت امریکی تسلط کو ختم کرے ورنہ ذلت ورسوائی کے لئے تیار ہو جائے، سید محمد کفیل بخاری اور قاری محمد یوسف احرار نے کہا ہے کہ مسلم خون کو ارزاں کرنے والے مکافاتِ عمل کے لئے تیار ہو جائیں جس طرح روس کے ٹکڑے ہوئے اسی طرح اب امریکہ کی باری کا انتظار ہے۔

مجلس احرارِ اسلام، ساہیوال زون کا تنظیمی وانتخابی اجلاس

چیچہ وطنی (۶ مئی) مجلس احرارِ اسلام ساہیوال زون کا ایک تنظیمی وانتخابی اجلاس مرکزی ناظم اعلیٰ عبداللطیف خالد چیمہ کی زیر صدارت دفتر احرار چیچہ وطنی میں منعقد ہوا جس میں آئندہ تین سال کے لئے درج ذیل عہدیداروں کا انتخاب عمل میں لایا گیا امیر رضوان الدین احمد صدیقی، نائب امراء مولانا محمد صفدر عباس، بھائی محمد رشید چیمہ اور چوہدری محمد اشرف، ناظم حافظ محمد عابد مسعود، نائب ناظم حکیم محمد قاسم، ناظم نشریات قاضی عبدالقدیر، ناظم مالیات محمد ارشد چوہان، انچارج میڈیا سیکشن شاہد حمید، اجلاس میں طے پایا کہ حافظ ابوعبداللہ احمد حلقہ غازی آباد، بھائی عبدالغفار چک نمبر 168۔ 9۔ ایل اور مولانا محمد صفدر عباس ساہیوال کے ناظم ہوں گے، مرکزی مسجد عثمانیہ کے خطیب مولانا منظور احمد دعوت وارشاد کے شعبہ کو منظم کریں گے اور حافظ حبیب اللہ رشیدی ناظم امور عامہ ہوں گے جبکہ اجلاس میں مجلس شوریٰ کا قیام بھی عمل میں لایا گیا اجلاس میں مراکز احرار چیچہ وطنی کے مدیر عبداللطیف خالد چیمہ اور معاون مدیر قاری محمد قاسم نے علاقائی جماعت کے اراکین کو تاکید کی کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر خصوصی توجہ دیں اس موقع پر جملہ عہدیداران اور اراکین ومعاونین نے اِس عزم کا اظہار کیا کہ وہ جماعتی دستور کی پابندی کرتے ہوئے تنظیمی کام کو بہتر بنانے کے لئے اپنی صلاحیتیں بروئے کار لائیں گے۔

چیچہ وطنی کے علماء قاری محمد شفیق، قاری عبدالواحد اور مولانا قاری محمد یٰسین کی مجلس احرار میں شمولیت

چیچہ وطنی (۲۰ مئی) علاقہ چیچہ وطنی کے ممتاز علماء دین اور خطباء قاری محمد شفیق (خطیب چک نمبر 49-12 ۔ایل) قاری عبدالواحد نقشبندی (خطیب چک نمبر 108-12 ۔ایل) اور مولانا قاری محمد یٰسین عابد (خطیب چک نمبر 168-9 ۔ایل) نے مجلس احرارِاسلام میں شمولیت کا اعلان کیا ہے اِن علماء کرام نے کہا ہے کہ اقامتِ دین اور تحفظ ختم نبوت جیسے محاذوں پر مجلس احرارِاسلام کے شاندار ماضی اور موجودہ حالات میں استقامت کے ساتھ اس پر گامزن پالیسی کی وجہ سے ہم مجلس احرارِاسلام میں شامل ہورہے ہیں حافظ محمد شفیق نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری مرحوم کی جماعت کی موجودہ قیادت نامساعد حالات میں جو مضبوط کردار ادا کر رہی ہے ہم اس پر اللہ رب العزت کا شکر ادا کرتے ہیں انہوں نے کہا ہے کہ قادیانی فتنے کے استیصال کے لئے دینی طبقات کو مجلس احرار اسلام کا ساتھ دینا چاہیے

نیشنل کالج آف کامرس میں تحفظ ختم نبوت کوئز پروگرام

چیچہ وطنی (7 مئی) نیشنل کالج آف کامرس چیچہ وطنی میں تحفظ ختم نبوت اور ردِمرزائیت کے حوالے سے ایک ''کوئز'' پروگرام منعقد ہُوا کالج کے لیکچرار جناب محمد عمر فاروق نے طلباء سے ختم نبوت اور رَدِقادیانیت کے حوالے سے لکھے ہوئے سوالات کئے اور درست جوابات دینے والے طلباء کو انعامات سے نوازا گیا۔تحریک طلباء اسلام کے مقامی سینئر نائب صدر محمد جنید نے پروگرام کو کامیاب بنانے کے لئے بھر پور کردار ادا کیا اور کوئز پروگرام کے انچارج لیکچرار جناب محمد عمر فاروق کی معاونت کی تحریک طلباء اسلام کی طرف سے بھی طلباء میں موضوع کی مناسبت سے لٹریچر تقسیم کیا گیا کالج کے طلباء نے پروگرام میں خصوصی دلچسپی لی اور الحمدللہ پروگرام اِنتہائی کامیاب رہا۔

احرار ختم نبوت کانفرنس تلہ گنگ۔حضرت خواجہ خلیل احمد مدظلہ کی صدارت

تلہ گنگ (پ ر) تحریک ختم نبوت 1953ء کے دس ہزار شہداء کی یاد میں ''سالانہ احرار ختم نبوت کانفرنس'' کے مقررین نے کہا ہے شہداء ختم نبوت نے اپنے مقدس خون کی قربانی دے کر پاکستان کو قادیانی سٹیٹ بننے کے راستے میں رکاوٹ پیدا کی ہے۔ یہ ملک اسلام کے نام پر معرض وجود میں آیا اور اس کی بقاء وسلامتی صرف اور صرف اللہ کی حکمرانی قائم کرنے سے ہوسکتی ہے۔چناب نگر اور پچنند (تھانہ لاوہ، تلہ گنگ) سمیت ملک بھر میں امتناع قادیانیت ایکٹ پر عمل درآمد کی صورت حال بہتر بنائی جائے اور قادیانی ریشہ دوانیوں کا سدباب کا جائے۔مجلس احرار اسلام اور تحریک تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام خانقاہ سراجیہ کے سجادہ نشین مولانا خواجہ خلیل احمد مدظلہٗ کی زیر صدارت جامع مسجد ابوبکر صدیقؓ تلہ گنگ میں منعقد ہونے والی سالانہ شہدائے ختم نبوت کانفرنس سے صوفی اشفاق اللہ واجد مجددی، پیر طریقت مولانا پیر عبدالرحیم نقشبندی، مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ، سید محمد کفیل بخاری، اہلسنت والجماعت پنجاب کے صدر مولانا شمس الرحمٰن معاویہ، جمعیت علماء اسلام پنجاب کے سیکرٹری جنرل ڈاکٹر عتیق الرحمٰن، اہلسنت والجماعت آزاد کشمیر کے

رہنما مفتی عبدالواحد ڈڈیالوی، مولانا مطیع الرحمٰن، مولانا تنویرالحسن، مولانا ابوذر غفاری، پروفیسر حافظ فتح شاہ ہاشمی، ڈاکٹر محمد عمر فاروق، مولانا ذیشان حیدر، اور دیگر رہنماؤں نے خطاب کیا۔ پیر عبدالرحیم نقشبندی، امیر جمعیت علمائے اسلام پاکستان (سینئر) نے خطاب کرتے ہوئے کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب رسالت اور تحفظ ختم نبوت پر حملہ آور ہونے والے گروہ دراصل یہود ونصاریٰ کے مذموم عزائم کی تکمیل کر رہے ہیں۔ اسلامی تعلیمات امن کی ضمانت دیتی ہیں۔ جبکہ کافرانہ نظام ہائے زندگی نے عوام کا جینا دوبھر کر دیا ہے۔ مجلس احرار اسلام پاکستان کے جنرل سیکرٹری عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ 1953ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت کو اُس وقت کے حاجی نمازی حکمرانوں نے ریاستی تشدد سے کچلا اور مارشل لاء کے جبر کے ذریعے فرزندان اسلام کے سینے گولیوں سے چھلنی کیے۔ جبکہ شہدائے ختم نبوت کا خون رنگ لایا اور بھٹو مرحوم جیسے حکمران نے منکرین ختم نبوت لاہوری اور قادیانی مرزائیوں کو اسمبلی کے فلور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ قادیانی پارلیمنٹ اور آئینی فیصلوں کو ماننے سے نہ صرف انکاری ہیں بلکہ ان فیصلوں کے خلاف عالمی سطح پر مہم چلا رہے ہیں اور پاکستان کو بدنام کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ذوالفقار علی بھٹو نے کہا تھا کہ قادیانی پاکستان میں وہی مرتبہ حاصل کرنا چاہتے ہیں جو یہودیوں کو امریکہ میں حاصل ہے۔ خالد چیمہ نے کہا کہ اسامہ بن لادن کے خلاف ایبٹ آباد آپریشن نے ملکی سلامتی کے حوالے سے تشویش میں خطرناک اضافہ کیا ہے۔ اسامہ شہید ہوئے اور شہداء کے خون سے شروع ہونے والی تحریکیں ختم نہیں ہوتیں۔ انہوں کے کہا کہ امریکہ اور عالم کفر کے لیے اصل مسئلہ پاکستان کے ایٹمی اثاثوں کی تباہی ہے اور ہمارے ایٹمی راز قادیانی سائنسدان ڈاکٹر عبدالسلام نے ہی امریکہ کو فراہم کیے تھے۔ قادیانی ملک وملّت کے غدار ہیں۔ مجلس احرار اسلام کے مرکزی ڈپٹی سیکرٹری جنرل سید محمد کفیل بخاری نے کہا کہ مجلس احرار اسلام اور تحفظ ختم نبوت لازم وملزوم ہیں۔ قادیانی استعماریت کو کھل کھیلنے کے مواقع فراہم کر رہے ہیں اور امریکی دہشت گردی کے لیے راہ ہموار کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ قرآن کے دشمن، ختم نبوت اور صحابہ کے دشمن پوری انسانیت کے دشمن ہیں۔ اور یہی طبقات دنیا میں گمراہی وجہالت اور کفر وارتداد کا راستہ ہموار کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہماری دعوت قرآنی وآسمانی تعلیمات کی دعوت ہے۔ فرقہ واریت اور طبقہ واریت پھیلانے والے بدامنی کو فروغ دے رہیں ہیں۔ انہوں کے کہا کہ مجلس احرار اہل حق کے مشن کی وارث جماعت ہے اور ہم اپنی وراثت کو سنبھالنا اور اگلی نسل تک منتقل کرنا اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں۔ اہل سنت والجماعت پنجاب کے صدر مولانا شمس الرحمٰن معاویہ نے کہا کہ تحفظ ناموس رسالت اور تحفظ ختم نبوت کے لیے ضروری ہے کہ ہم تحفظ ناموس صحابہ کے محاذ کو مضبوط کریں۔ انہوں نے کہا کہ منکرین ختم نبوت اور منکرین صحابہ نے اسلام اور مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حرمین شریفین کے خلاف فتنہ انگیزی اور شرانگیزی کرنے والے اسلام اور امت مسلمہ کے دشمن ہیں۔ جے یو آئی پنجاب کے جنرل سیکرٹری ڈاکٹر عتیق الرحمٰن نے کہا کہ شہدائے ختم نبوت کی لازوال قربانیوں نے تحریک ختم نبوت کو کامیابی سے ہمکنار کیا ہے۔ اس ملک کا اصل مسئلہ یہاں پر قرآنی نظام کا نفاذ ہے۔ لاکھوں مسلمانوں نے قربانی دے کر یہ خطہ حاصل کیا۔ ان کی قربانی اور شہدائے ختم نبوت ﷺ کا خون ہم سے تقاضا کرتا ہے کہ ہم رولنگ کلاس کی سازشوں کو

بے نقاب کر کے اسلامی انقلاب کی طرف آگے بڑھیں۔

کانفرنس میں مختلف قراردادوں میں مطالبہ کیا گیا کہ حکومت، فوج اور عدلیہ، ایبٹ آباد کے حوالے سے اپنی پوزیشن واضح کریں۔ قوم کو اعتماد میں لیں اور ملکی سلامتی کے خلاف ہونے والے فیصلے واپس لے کر امریکی تسلط سے نکلنے کا بلا تاخیر اعلان کیا جائے۔ کانفرنس میں مطالبہ کیا گیا کہ قادیانیوں کے بارے میں آئینی و عدالتی فیصلوں پر عمل درآمد کیا جائے اور موضع پچنند (تحصیل تلہ گنگ) میں بننے والی غیر قانونی قادیانی عبادت گاہ کو بلا تاخیر مسمار کیا جائے۔ نیز اسلامی شعائر اور اسلامی علامات استعمال کرنے والے قادیانیوں کے خلاف باضابطہ کارروائی کی جائے۔ کانفرنس میں اس امر پر گہری تشویش کا اظہار کیا گیا کہ موضع پچنند (تحصیل تلہ گنگ) میں سرکاری انتظامیہ اور پولیس قادیانیوں کی اسلام و ملک دشمن کارروائیوں سے مسلسل چشم پوشی کر رہی ہے۔ جس سے علاقہ بھر کے مسلمانوں میں اشتعال بڑھ رہا ہے۔ کانفرنس میں انتباہ کیا گیا کہ قانون نافذ کرنے والے ادارے قادیانی سرگرمیوں کا ضروری تدارک اور سدباب کریں ورنہ ہولناک کشیدگی جنم لے گی جس کی ذمہ داری قادیانی اور سرکاری انتظامیہ پر عائد ہوگی۔ کانفرنس میں مطالبہ کیا گیا کہ ووٹر لسٹوں اور مردم شماری کی فہرستوں میں قادیانیوں کا الگ نشان متعین کیا جائے۔ کانفرنس میں اس عزم کا اظہار بھی کیا گیا کہ تحریک ناموس رسالت کی بے مثال کامیابی کے اثرات کو ضائع نہیں ہونے دیا جائے گا اور تمام مکاتب فکر اتحاد و یگانگت کی فضا پیدا کر کے قوم کو امریکی تسلط سے آزاد کرانے کے لیے بیدار اور منظم کریں۔

پچنند میں تحریک تحفظ ختم نبوت کی کامیابی اور قادیانیوں کی پسپائی

(رپورٹ: مولانا تنویر الحسن) تلہ گنگ شہر سے مغرب کی طرف میانوالی روڈ پر 60 کلومیٹر کی مسافت پر موضع پچنند واقع ہے۔ جہاں پر چند گھروں پر مشتمل آبادی قادیانی ہے۔ وہاں ان کی ایک عبادت گاہ بھی موجود ہے۔ 1969ء میں مجلس احرار اسلام نے ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں اس قصبہ میں داخل ہو کر پہلی ختم نبوت کانفرنس منعقد کی تھی۔ جو تاریخ کا ایک انوکھا باب ہے، مگر افسوس یہ ہے کہ اہل علاقہ کی بے حسی آڑے آئی اور اُن کے عدم تعاون سے اس فتنے کی روک تھام نہ ہو سکی۔ جس کی وجہ سے قادیانی بے دھڑک اپنے مذموم عقائد کے فروغ اور مرزا کی ذریت میں اضافے کے لیے سرگرم رہے۔ وقتاً فوقتاً مجاہدینِ ختم نبوت اس قصبہ میں جاتے رہے، مگر اُن پر بھی مسلمان احباب یہ آوازیں کسنے سے باز نہ آتے کہ تم یہاں ہمیں لڑانے کے لیے آتے ہو، ہم تو آپس میں بھائیوں جیسا تعلق رکھتے ہیں، کیونکہ ہماری آپس میں برادریاں اور رشتہ داریاں ہیں، مگر مجاہدین ختم نبوت ہمت ہارے بغیر دعوت الی الحق کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔

حال ہی میں 16؍اپریل 2011ء کو قادیانیوں نے خفیہ طریقے سے 15 مرلے زمین خریدی اور پھر رات کے سناٹے میں نئی عبادت گاہ کے لیے بنیادیں کھودنا شروع کر دیں اور خاموشی سے تعمیری سامان وہاں منتقل کرتے رہے۔ 17؍اپریل کو مقامی ساتھی کو اس سارے واقعہ کا علم ہوا تو اس نے مقامی بزرگوں کو آگاہ کیا۔ انہوں نے مجلس احرار اسلام کے رہنما محترم ڈاکٹر محمد عمر فاروق صاحب کو تلہ گنگ بذریعہ فون واقعے کی مکمل تفصیلات سے آگاہ کیا۔ جس پر تلہ گنگ میں مجلس

تحفظ ختم نبوت کے امیر مولانا عبیدالرحمٰن انور، ملک خالد مسعود ایڈووکیٹ، قاضی محمد یعقوب، ڈاکٹر محمد عمر فاروق، راقم (تنویر الحسن) اور فرزند تلہ گنگ جناب حافظ عمار یاسر نے باہم تفصیلی مشاورت کی اور 18 ؍اپریل کو ایک وفد جس میں مولانا عبیدالرحمٰن انور، ملک خالد مسعود ایڈووکیٹ، راقم تنویر الحسن اور قاری محمد زبیر شامل تھے، حالات کے جائزہ کے لیے پچنند روانہ ہوا۔ وفد نے مقامی باا ثر قبیلہ مرادوند کے سرکردہ رہنما حاجی ملک محمد اسلم اور ملک محمود احمد سے ملاقاتیں کیں ۔جنہوں نے مقامی صورتحال سے آگاہ کیا۔ ملک محمود کے ڈیرے پر جب قادیانیوں کو بذریعہ فون اطلاع کی گئی کہ علماء کا وفد آپ سے اس معاملے کے متعلق بات چیت کرنا چاہتا ہے تو باوجود ڈیڑھ گھنٹہ انتظار کرنے کے قادیانیوں کو وفد کا سامنا کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ ادھر پچنند شہر میں مبلغ ختم نبوت مولانا محمد اسماعیل، مولانا عبدالقیوم اور دیگر مجاہدین ختم نبوت نے دن بھر کی محنت سے شہر کی مرکزی مسجد میں بہت بڑے اجتماع کا انتظام کر دیا تھا، جہاں انتہائی قلیل وقت کے نوٹس پر عوام اس مسئلے کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے اپنے کاروبارِ زندگی کو معطل کر کے اجتماع گاہ میں پہنچ گئے ۔ظہر کی نماز کے بعد اجتماع میں مقامی علمائے کے علاوہ راقم (تنویر الحسن) نے گفتگو کی ،جس میں عقیدۂ ختم نبوت قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کرنے کے ساتھ ساتھ، مرزا قادیانی کی خرافات عوام کے سامنے بیان کیں تو مسلمانوں کے جذبات دیدنی تھے اور ایسے مواقع بھی آئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے دیوانوں کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ احقر نے عوام سے اپیل کی کہ قادیانیوں سے ہر قسم کا مکمل بائیکاٹ کریں، کوئی دکاندار اُن کو سودا تک نہ دے جس پہ عوام نے لبیک کہا۔ آخری خطاب مولانا عبیدالرحمٰن نے کیا اور خوبصورت انداز میں عقیدۂ ختم نبوت پر گفتگو کی ۔ بیان کے بعد مفتی امان اللہ چکڑالوی نے دعا کرائی ۔ بعدازاں علاقہ بھر کی اہم شخصیات پر مشتمل ایک 20 رکنی کمیٹی تشکیل دی گئی۔ جس نے صرف ایک دن کی قلیل مدت میں بھرپور مہم چلائی اور قادیانیوں کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔ اسی دوران قادیانیوں کو تعمیری منصوبہ سے روکنے کے لیے ڈی پی او چکوال کو بھی درخواست دے دی گئی۔ جب قادیانیوں کے گرد گھیرا تنگ کر دیا گیا تو قادیانی کوئی راہ نہ پا کر پسپائی اختیار کرنے پر آمادہ ہونے پر مجبور ہو گئے اور انہوں نے پیغام بھجوا دیا کہ وہ یہ لکھ کر دینے کے لیے تیار ہیں کہ ہم مذکورہ مقام پر اپنی عبادت گاہ تعمیر نہیں کریں گے۔ 20 ؍اپریل مسلمانوں کا ایک وفد پچنند سے تلہ گنگ آیا اور مولانا عبیدالرحمٰن انور، مولانا عبدالرحمٰن عثمانی اور راقم (تنویر الحسن) کی معیت کچہری پہنچا۔ جہاں باہم مشاورت سے 4 رکنی وکلاء کا پینل تشکیل دے کر ایک عبارت تیار کی گئی جس میں یہ لکھا گیا تھا کہ قادیانی جس جگہ تعمیر کر رہے ہیں وہ یہاں پر صرف رہائشی مکان بنائیں گے اس کے علاوہ کسی قسم کی مقصد کے لیے اس استعمال نہیں کریں گے اور اگر عبادت گاہ تعمیر کی گئی تو مذکورہ کمیٹی کو اُسے گرانے کا مکمل اختیار حاصل ہوگا۔

اِس طرح یہ قضیہ اپنے انجام کو پہنچا۔ اِس تاریخی کامیابی پر پچنند اور تلہ گنگ کے تمام کارکنان احرار و ختم نبوت مبارک باد کے مستحق ہیں۔ ۲۲؍اپریل کو رَاقم، ڈاکٹر محمد عمر فاروق اور مولانا محمد اسمٰعیل کی معیت میں دوبارہ پچنند گیا اور وہاں خطبۂ

جمع دیا۔ الحمدللہ تمام احباب عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے مستعد ہیں اور قادیانیوں کے گھروں میں صف ماتم بچھی ہوئی ہے۔ یہ تمام ثمر حضرت سیّد عطاء المحسن شاہ صاحب بخاریؒ کی جہدِ پیہم کا ہے، اللہ اُن کی قبر کو اپنے نور سے بھر دے۔ آمین

ادارہ فہم ختم نبوت کے زیر اہتمام فری سرجیکل کیمپ کا انعقاد

(رپورٹ: مولانا تنویر الحسن) مجلس احرارِ اسلام جہاں پون صدی سے زائد عرصہ سے اپنے منشور کی روشنی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے تحفظ کا کام کر رہی ہے۔ وہیں احرار کے نصب العین میں یہ بات بھی شامل ہے کہ انسان کو انسان کی غلامی سے نکال کر اللہ کی غلامی ڈھالا جائے اور بے کس و بے سہارا انسانیت کی خدمت عبادت سمجھ کر کی جائے۔

جہاں تک مسلمانوں کے ایمان و عقائد کے تحفظ کی بات ہے تو تحریک تحفظ ختم نبوت کے نام سے مجلس احرار اسلام کے شعبۂ تبلیغ کے تحت عقیدۂ ختم نبوت اور ناموس صحابہؓ کے تحفظ کا کام مسلسل کیا جا رہا ہے۔ احرار کے اسی شعبہ کے زیر اہتمام تلہ گنگ میں جنوری ۲۰۱۱ء میں ادارہ فہم ختم نبوت کا قیام عمل میں لایا گیا۔ جس کے تحت بالکل منفرد انداز سے ہر مسلمان کے گھر تک عقیدۂ ختمِ نبوت کا پیغام پہنچانے اور منکرینِ ختم نبوت بالخصوص قادیانیت کے انسداد اور ان کی سازشوں سے عوام الناس کو آگاہ کرنے کے لیے چھ ماہی ''فہم ختم نبوت خط کتابت کورس'' کا اجراء کیا گیا ہے جس میں ملک بھر سے ۵۰۰۰ء سے زائد مرد و خواتین داخلہ لے کر کورس کر رہے ہیں۔ اور اس تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ فالحمدللہ

ادارہ فہم ختم نبوت کے منتظمین کی ایک عرصہ سے خواہش تھی کہ کوئی ایسا رفاہی قدم اٹھایا جائے جس کی عوام کو ضرورت ہو اور اس میں غریب عوام کا زیادہ سے زیادہ فائدہ ہو۔ اللہ بھلا کرے پاکستان کے ممتاز ماہر پلاسٹک سرجن اور انسان دوست پروفیسر ڈاکٹر سعید اشرف چیمہ کا کہ انھوں نے خدمت انسانیت کا بیڑا اٹھایا ہوا ہے۔ اور اپنے فن سے انسانیت کو مستفید کر رہے ہیں۔ اس مہنگائی کے دور میں جہاں بخار کی دوائی لینا غریب کے لیے مشکل ہے وہاں پلاسٹک سرجری اور آپریشن جیسے مہنگے ترین علاج کا سوچا بھی نہیں جا سکتا۔

محترم ڈاکٹر سعید اشرف چیمہ ایک انتہائی قابل سرجن ہی نہیں بلکہ خدا ترس انسان بھی ہیں۔ مہینے میں ۲ بار مختلف علاقوں میں سرجیکل کیمپ لگا کر اور لاکھوں کے اخراجات برداشت کر کے کٹے ہوئے ہونٹ اور تالو والے مریضوں کا مفت علاج کرتے ہیں۔ علاقے میں ایسے کافی مریضوں کی موجودگی اور علاج کی استطاعت نہ رکھنے کے باعث ادارہ فہم ختم نبوت کے منتظمین نے ڈاکٹر صاحب کو دعوت دی۔ جو انہوں نے بخوشی قبول کی اور ۱۱/ مارچ کو تلہ گنگ کے گورنمنٹ تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال میں تشریف لے آئے جہاں انہوں نے مختلف امراض کے ۱۴۵، مریضوں کا فری چیک اپ کیا اور ۵۸، مریضوں کا آپریشن تجویز کیا۔ ۱۱/ مارچ سے لے کر ۱۳/ مارچ تک مسلسل دن رات آپریشن میں مصروف رہے۔ ۲۷،

مریضوں کے کامیاب آپریشن کیے۔ ۵ مریضوں کو لاہور اپنے اخراجات پہ بلایا اور ۱۳/ مارچ اچانک آپریشن سے کچھ وقت پہلے مختلف تکالیف لاحق ہونے کی وجہ سے آپریشن نہ کروا سکے۔

ڈاکٹر چیمہ صاحب کے ساتھ ۱۲، رکنی ڈاکٹروں کی مستعد ٹیم تھی جنہوں نے انتہائی ہمت اور محنت کے ساتھ آپریشنز میں حصہ لیا۔ ادارہ فہم ختم نبوت کے ذمہ داران وارا کین ڈاکٹر محمد عمر فاروق، راقم تنویر الحسن، عزیز الرحمٰن، حافظ مبشر، حافظ احسان معاویہ سمیت تمام کارکنانِ احرار کیمپ کے انعقاد اور اپنے معزز ڈاکٹر صاحبان اور مریضوں کی خدمت میں ہمہ تن مصروف رہے۔ عافیت فاؤنڈیشن پنجاب کے منیجر حافظ محمد اسلم، مولانا محمد اسماعیل اور راجہ الطاف تشہیر سے لے کر کیمپ کے اختتام تک جملہ معاملات میں سرگرم عمل رہے اور خدمت کا حق ادا کیا۔

محترم ڈاکٹر عبدالرزاق ڈپٹی ڈسٹرکٹ ہیلتھ آفیسر اور ڈاکٹر سہیل انور پاشا کا تعاون مثالی رہا۔ تمام احباب کے خلوص، تعاون اور خدمت خلق کے مثالی جذبہ سے یہ فری سرجیکل کیمپ انتہائی کامیاب رہا اور مجموعی طور پر ۵۰، لاکھ روپے سے زائد مالیت کے مفت آپریشن کیے گئے۔ تلہ گنگ کی تاریخ میں پہلی مرتبہ اتنی تعداد میں بلا معاوضہ آپریشن کیے گئے۔

ہم اراکینِ ادارہ فہم ختم نبوت عزم مصمم کرتے ہیں کہ انشاء اللہ آئندہ بھی اس سے بڑھ کر خدمت انسانیت میں مصروف رہیں گے۔ محترم ڈاکٹر سعید اشرف چیمہ اور ان کی پوری ٹیم کے لیے دعا گو ہیں کہ اللہ اُن کی اس خدمت کو قبول فرمائے، اور ادارہ کی طرف سے شروع کردہ تمام امور بحسن خوبی سرانجام دینے کی توفیق نصیب فرمائے۔ (آمین)

ادارہ کے اس احسن اقدام پر بزمِ صحابہؓ واہلبیت صحابہ نکہ کہوٹ، وکلاء ایسوسی ایشن، فلاح ملت، انجمن فلاح و بہبود، انجمن آڑھتیاں مسلم لیگ اور دیگر تمام جماعتوں نے مبارک باد پیش کی۔

ادارہ

انتخاب ماتحت مجالسِ احرارِ اسلام

● **ملتان** مجلس احرارِ اسلام ملتان کا انتخابی اجلاس جناب شیخ نذیر احمد کی زیرِ صدارت ۶ رمئی کو بعد نمازِ عشاء دار بنی میں منعقد ہوا۔ مفتی مجاہد الرحمٰن کی تلاوت کے بعد سید محمد کفیل بخاری نے ایجنڈے پر مختصر گفتگو کی۔ بعد ازاں متفقہ طور پر درج ذیل عہدیداروں کا انتخاب عمل میں آیا۔

شیخ نذیر احمد	(امیر)	چودھری عبدالجبار، شیخ نیاز احمد	(نائب امراء)
حافظ محمد مغیرہ	(ناظم)	سعید احمد، لیاقت علی	(نائب ناظمین)
شیخ حسین اختر	(ناظم نشر و اشاعت)	محمد لقمان، عبدالحکیم	(نائب ناظمین نشر و اشاعت)

مقامی مجلس شوریٰ

۱۔حاجی محمد ثقلین ۲۔شیخ محمد معاویہ ۳۔مفتی مجاہد الرحمٰن ۴۔علی مردان ۵۔محمد مہربان
۶۔عبدالرزاق ۷۔عبدالجبار

● **سرگودھا**

۱۔مفتی عبدالمعید (سرپرست) ۲۔ڈاکٹر فضل الرحمٰن (امیر) ۳۔مولانا محمد فاروق علوی (نائب امیر)
۴۔ڈاکٹر محمد ظہیر حیدری (ناظم) ۵۔حافظ مطیع الرحمٰن (ناظم نشر و اشاعت)

مقامی مجلس شوریٰ

۱۔حاجی محمد یونس نسیم ۲۔حکیم جاوید احمد قاری اللہ دتہ (تمام عہدے دار)

● **رحیم یار خان شہر**

۱۔مولانا بلال احمد (صدر) ۲۔حافظ محمد زبیر (نائب صدر) ۳۔حافظ محمد اشرف (ناظم اعلیٰ)
۴۔حافظ محمد صدیق قمر (ناظم نشر و اشاعت) ۵۔تنویر حسین (نائب ناظم)
مولانا فقیر اللہ، مولانا بلال احمد، حافظ محمد اشرف (ضلعی و مرکزی مجلس شوریٰ نمائندگان)

● **بدلی شریف، بستی اسلام آباد، بستی درخواست (رحیم یار خان)**

۱۔پیر سید محمد ابراہیم شاہ (ناظم) مولانا عبدالخالق (صدر) حاجی عبدالرحیم (ناظم نشر و اشاعت)
سید محمد ابراہیم شاہ، حاجی عبدالرحیم (ضلعی نمائندگان)

- **غازی پور وظاہر پیر**

۱۔حاجی فضل احمد (صدر) ۲۔حافظ کریم اللہ (ناظم) ۳۔عبدالمجید چانڈیہ (ناظم نشر و اشاعت)
حافظ کریم اللہ (نمائندہ ضلعی و مرکزی مجلس شوریٰ)

- **بستی مولویان**

۱۔صوفی محمد اسحٰق (صدر) ۲۔ابو معاویہ محمد فقیر اللہ رحمانی (ناظم اعلیٰ) ۳۔حافظ عبدالرحیم (ناظم نشر و اشاعت)
ابو معاویہ محمد فقیر اللہ رحمانی، حافظ عبدالرحیم (ضلعی نمائندے) ابو معاویہ محمد فقیر اللہ رحمانی (مرکزی مجلس شوریٰ نمائندہ)

- **ٹب چوہان**

۱۔جام کریم بخش (صدر) ۲۔محمد یعقوب (ناظم اعلیٰ) ۳۔محمد ایوب (ناظم نشر و اشاعت)
محمد یعقوب (نمائندہ ضلعی مجلس شوریٰ)

- **پروچڑان**

۱۔محمد یعقوب (صدر) ۲۔عبدالغفار انصاری (نائب صدر) ۳۔محمد افضل (ناظم اعلیٰ)
۴۔عطاء المنعم (ناظم نشر و اشاعت) ۵۔محمد زاہد مدنی (ضلعی نمائندہ) ۶۔ عبدالغفار انصاری (نمائندہ ضلعی مجلس شوریٰ)

- **خانواہ**

۱۔حاجی عبدالرحمٰن (صدر) ۲۔حافظ شیر محمد (ناظم) ۳۔خالد محمود (ناظم نشر و اشاعت) حاجی عبدالرحمٰن (ضلعی نمائندہ)

- **بہاول پور**

۱۔قاری عبدالعزیز احرار (امیر) ۲۔محمد ظفر احرار (ناظم) ۳۔محمد حنیف (ناظم نشر و اشاعت)

- **چشتیاں**

۱۔علی اصغر (امیر) ۲۔قاری محمد عطاء اللہ (ناظم) ۳۔چودھری اعظم جاوید (ناظم نشر و اشاعت) ۴۔محمد ظہیر (خازن)

- **تلہ گنگ**

مجلس احرار اسلام تلہ گنگ کا انتخابی اجلاس مسجد سیدنا ابوبکر صدیق تلہ گنگ میں جناب حاجی ماسٹر غلام یٰسین کی

صدارت میں منعقد ہوا۔ جس میں اتفاق رائے سے حسب ذیل عہدیداروں کا انتخاب عمل لایا گیا۔

۱۔ ملک حاجی محمد صدیق (صدر) ۲۔ ماسٹر حاجی غلام یٰسین (نائب صدر) ۳۔ حاجی چودھری عبدالرزاق (ناظم)

۴۔ حاجی غلام شبیر (نائب ناظم ۵۔ مولانا تنویر الحسن (ناظم نشرواشاعت)

اراکین مقامی نو منتخب مجلس شوریٰ

احمد نواز، لالہ شیر خان، مستری محمد شفیق، محمود الحسن، چودھری عنایت اللہ، خالد فاروق، شیخ فہیم اصغر

ڈاکٹر محمد عمر فاروق (نمائندہ مرکزی مجلس شوریٰ)

مجلس احرار اسلام تلہ گنگ کے نو منتخب عہدیداران نے ملک میں حکومت الٰہیہ کے نفاذ اور پاکستان کو اسلامی فلاحی مملکت بنانے کا عزم کیا۔ اجلاس کا اختتام حاجی عبدالرزاق کی خصوصی دعا سے ہوا۔

● چیچہ وطنی

امیر　　رضوان الدین احمد صدیقی

نائب امراء چوہدری محمد اشرف، محمد رشید چیمہ، مولانا محمد صفدر عباس

ناظم	حافظ محمد عابد مسعود ڈوگر	نائب ناظم	حکیم حافظ محمد قاسم
ناظم نشریات	قاضی عبدالقدیر	نائب ناظم نشریات	ماسٹر تنویر احمد
ناظم دعوت وارشاد	مولانا منظور احمد	ناظم مالیات	محمد ارشد چوھان
میڈیا انچارج	شاہد حمید	ناظم امور عامہ	حافظ حبیب اللہ رشیدی
مُدیر منتظم	حاجی عبداللطیف خالد چیمہ	نائب مُدیر منتظم	قاری محمد قاسم

● عزیز بھٹی ٹاؤن لاہور

امیر: حاجی عبداللطیف　ناظم اعلیٰ: کلیم احمد خان　ناظم نشریات: محسن نثار

● شالیمار ٹاؤن لاہور

امیر: حاجی خلیل احمد صاحب　ناظم اعلیٰ: خالد سعید جانباز　ناظم نشریات: ندیم شفیق

● کمالیہ

مجلس احرار اسلام حلقہ کمالیہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ کا ایک اہم اجلاس ۲۲ / اپریل بروز جمعۃ المبارک جناب عبد اللطیف خالد چیمہ صاحب ناظم مرکزیہ مجلس احرار اسلام پاکستان کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں مقامی جماعت کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔

سرپرست	باباغلام فرید		
امیر:	شیخ لیاقت علی	نائب امیر:	عطاءاللہ شامی
ناظم:	محمد طیب	نائب ناظم:	سیف الدین
ناظم نشریات:	اللہ بخش سلیمی		

مقامی مجلس شوریٰ

منتخب عہدیداران کے علاوہ محمد شعبان ناصر، حافظ عمران علی

● **سلانوالی**

صدر:	قاری شفیق الرحمٰن	نائب صدر:	ملک صغیراحمد
ناظم:	ندیم معاویہ	نائب ناظم:	خالد محمود
ناظم نشرواشاعت:	عبدالقدیرفاروقی، چودھری شاہد		

خطباتِ ابوذر بخاری

اب ایم پی تھری سی ڈیز میں

جانشینِ امیرِ شریعت، امام اہلِ سنت حضرت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری نور اللہ مرقدہٗ کے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، سیرتِ انبیاء کرام علیہم السّلام اور سیرتِ امیر المؤمنین، خال المسلمین، خلیفہٗ راشد و عادل و برحق سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما پر خطبات کی آڈیو سی ڈیز تیار ہوگئی ہیں۔ مزید سیرت صحابہ رضی اللہ عنہم پر تقاریر کی سی ڈیز تیار کی جارہی ہیں۔

قیمت فی سی ڈی: -/100 روپے　　　　مکمّل سیٹ: -/400 روپے

بخاری اکیڈمی دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان　رابطہ: 0300-8020384

ادارہ

مسافرانِ آخرت

- جامعہ محمدیہ، مسجد اللہ اکبر (گلبرگ، ملتان) کے سربراہ مولانا قاری منیر احمد جالندھری کی اہلیہ حافظہ قاریہ اُمّ طلحہ مرحومہ، انتقال، ۱۹؍جنوری ۲۰۱۱ء۔ نہایت صالحہ خاتون تھیں۔ ۳۳؍سال تعلیم وتدریس قرآن کی خدمت میں مشغول رہیں۔
- مجلس احرارِ اسلام چیچہ وطنی کے سابق صدر خان محمد افضل مرحوم کی اہلیہ اور خان فیاض احمد صاحب کی والدہ ماجدہ، انتقال، ۲۲؍مئی ۲۰۱۱ء۔ مرحومہ کی نماز جنازہ چک نمبر ۷/۱۱/۱۵، میں قاری محمد قاسم صاحب نے پڑھائی۔ احبابِ احرار سمیت مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے حضرات نے نمازِ جنازہ میں شرکت کی۔
- ہمارے کرم فرما حاجی عبدالعزیز (احمد سوئیٹس ملتان) کے بڑے بھائی حاجی عبدالرشید مرحوم انتقال، ۲؍مئی ۲۰۱۱ء بروز پیر
- مجلس احرارِ اسلام جلال پور پیروالہ کے نائب امیر قاری محمد معاذ کی بڑی بیٹی (خیر العلوم کی معلّمہ) ۲۳؍مئی ۲۰۱۱ء کو انتقال کر گئیں۔
- تحریک طلباءِ اسلام ملتان کے رہنما فرحان الحق حقانی کے چچا اللہ وسایا صاحب، انتقال، ۶؍مئی ۲۰۱۱ء

احباب وقارئین سے تمام مرحومین کے لیے دعاءِ مغفرت وایصالِ ثواب کے اہتمام کی درخواست ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے (آمین)

دعائے صحت

- مدرسہ معمورہ ملتان کے سابق سفیر اور مخلص احرار کارکن جناب محمد بشیر چغتائی طویل عرصہ سے علیل ہیں۔
- جناب پروفیسر عباس نجمی (لاہور) پہلے کی نسبت روبصحت ہیں۔ احباب ان کی مکمل صحت یابی کی دعائیں جاری رکھیں۔
- مجلس احرار اسلام سیالکوٹ کے کارکن میاں امجد حسین کے چھوٹے بھائی میاں محمد سعید شدید علیل ہیں۔

احباب وقارئین سے دعاء صحت کی درخواست ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مریضوں کو شفاءِ کاملہ عطاء فرمائے

ماہانہ مجلس ذکر واصلاحی بیان
30 جون 2011ء
جمعرات بعد نماز مغرب
ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
امیر مجلس احرار اسلام پاکستان
دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان
الداعی سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
061-4511961

نقیب اتحاد ملت اسلامیہ

ماہنامہ **مسیحائی** کراچی

مدیر اعلیٰ مخدوم زادہ احمد خیرالدین انصاری

حرمت رسول ﷺ نمبر

☆ حرمت رسول ﷺ کی اہمیت وافضیلیت

☆ حرمت رسول ﷺ کا تحفظ ہر مسلمان پر فرض ہے۔

☆ یورپی ممالک میں توہین انبیاء قانون

☆ توہین رسالت ﷺ کا پاکستان میں قانون

☆ آسیہ مسیح ننکانہ صاحب کا مقدمہ

☆ برصغیر کے نامور علماء، مشاہیر و مذہبی اسکالر کی نگارشات سے مزین اور دیگر علمی و معلوماتی مضامین شامل اشاعت ہیں۔

ختم نبوت ﷺ نمبر کی طرح ایک تاریخی

اور یادگار دستاویز

ضخامت : 624 صفحات

قیمت : -/400 روپے

خوبصورت، دیدہ زیب و پختہ جلد

رابطہ: ماہنامہ "مسیحائی" کراچی، B-197، بلاک A نارتھ ناظم آباد کراچی 74700

فون نمبر: 0092-213663064 سیل نمبر: 0092-3323569913

ای میل: Sanadeimtiaz@hotmail.com

بیاد مجددبنی ہاشم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ــــــ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

مدرسہ معمورہ

بانی: سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

قائم شدہ: 28 نومبر 1961ء

دارِ بنی ہاشم

مہربان کالونی ملتان

خصوصیات

★ الحمد للہ مدرسہ معمورہ اپنے تعلیمی وفکری سفر میں ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے

★ اس سال درجہ متوسطہ سے درجہ سادسہ تک داخلے ہوئے ★ دارالافتاء کا قیام عمل میں آیا

★ انگلش، عربی لینگویج کے لیے خصوصی کلاسز ★ میٹرک کا امتحان درجہ اولیٰ کے ساتھ

★ صرف ونحو کا، ماہر اساتذہ کی نگرانی میں اجراء ★ قیام وطعام، وظیفہ اور علاج کی سہولت

★ علمی، فکری، اخلاقی اور روحانی تربیت ★ تقریر وتحریر کی تربیت ★ لائبریری

★ ماہانہ مجلس ذکر ★ سالانہ ختم نبوت کورس ★ طالبات کے لیے جامعہ بستانِ عائشہ میں حفظ وناظرہ قرآن، درسِ نظامی اور پرائمری، مڈل شعبوں میں تعلیم جاری ہے

تعمیری منصوبے

• دارالقرآن • دارالحدیث • دارالمطالعہ اور دارالاقامہ کے لیے 24 کمروں پر مشتمل دو منزلہ عمارت کی تعمیر شروع کی جارہی ہے۔ لاگت فی کمرہ تین لاکھ روپے ہے۔ صدقہ جاریہ میں حصہ لیں اور نقد وسامانِ تعمیر دونوں صورتوں میں تعاون فرما کر اجر حاصل کریں۔

نیز طلباء کی ضروریات کے لیے زکوٰۃ وعشر، صدقات اور عطیات سے تعاون فرمائیں۔

ترسیلِ زر

بذریعہ بینک: چیک یا ڈرافٹ بنام سید محمد کفیل بخاری مدرسہ معمورہ

کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 2-3017 یو بی ایل کچہری روڈ ملتان

بذریعہ آن لائن: 2-3017-010 بینک کوڈ: 0165

رابطہ

061 - 4511961

0300-6326621

majlisahrar@yahoo.com

majlisahrar@hotmail.com

الداعی الی الخیر

ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری

مہتمم مدرسہ معمورہ ملتان

بیاد مجدد بنی ہاشم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ـــــ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

جامعہ بستانِ عائشہ

بانی

سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ

قائم شدہ

1989

کی تعمیر شروع ہے

چھے درس گاہیں، وضو خانہ اور طہارت خانے تعمیر ہو چکے ہیں۔ تین درس گاہوں کی تعمیر باقی ہے۔

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

مخیر حضرات

نقد رقوم، اینٹیں، سیمنٹ سریا بجری اور دیگر سامانِ تعمیر دے کر جامعہ کے ساتھ تعاون فرمائیں

★ طالبات کے بیٹھنے کے لیے فرنیچر اور کتابوں کی الماریوں کا کام جاری ہے

★ جامعہ میں وفاق المدارس کے نصاب کے مطابق شعبہ حفظ وناظرہ، ترجمۂ قرآن وتفسیر اور فقہ کی تعلیم جاری ہے

نوٹ

اپنے عطیات، زکوٰۃ وصدقات جامعہ کو عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ تاکہ جامعہ کا تعلیمی سلسلہ بغیر کسی رکاوٹ کے جاری رہ سکے۔ (جزاکم اللہ خیر)

فی کمرہ لاگت

3,00,000

(تین لاکھ روپے)

تخمینہ

30,00,000

(تیس لاکھ روپے)

رابطہ

061 - 4511961
0300-6326621

ترسیلِ زر

بذریعہ بینک: چیک یا ڈرافٹ بنام سید محمد کفیل بخاری مدرسہ معمورہ

کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 2-3017 یو بی ایل کچہری روڈ ملتان

بذریعہ آن لائن: 2-3017-010 بینک کوڈ: 0165

الداعی الی الخیر ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری مہتمم جامعہ بستانِ عائشہ ملتان

وقت کے تقاضوں کی تکمیل...

ہمدرد ایک صدی سے زیادہ نہ صرف آپ کے دُکھ اور تکلیف میں فرحت و تسکین بخش رہا ہے بلکہ آپ کا ہمدم اور خیر خواہ بھی ہے۔ انسانیت کی خدمت اور پرورش کے لئے نہایت وسیع اقسام کی ہربل اور طبی مصنوعات موجود ہیں، جو صحت بخش ہونے کے ساتھ شفاء بخش بھی ہیں۔

ہمدرد اس دور کے تقاضوں کی تکمیل، ترقی یافتہ سائنسی طریقوں کی مدد سے کرنے کے لئے سرگرم کار ہے۔

صحتِ انسانی کی بقاء اور بیماریوں کے اس سفر کے ساتھ ساتھ "ہمدرد" نے انسان دوست ادارے کی حیثیت سے تعلیم اور ثقافت کے فروغ میں بھی کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں۔

SGS ہمدرد SGS

ہمدرد لیبارٹریز (وقف) پاکستان

ISO 9001: 2008 & ISO 22000: 2005 CERTIFIED

Blitz DDB

Al-Majeed, Hamdard Centre, Nazimabad No. 3, Karachi-74600, Pakistan. Tel: (+9221) 36616001-4, Fax: (+9221) 36611755, Email: headoffice@hamdard.com.pk, Website: www.hamdard.com.pk

CARE کیئر
PHARMACY فارمیسی

Trusted Medicine Super Stores

سلیمی چوک	مدینہ ٹاؤن	اقبال سٹیڈیم
اعوان پلازہ	سوساں روڈ	بالمقابل سندباد
041-8540064	041-8543127	041-2605733
جناح کالونی	فیصل آباد میں پانچ برانچز الحمدللہ	گلستان کالونی
گلبرگ روڈ		نزد عزیز فاطمہ ہسپتال
041-2642833		041-2004509

اصلی اور معیاری ادویات کی مکمل ورائٹی کے ساتھ آپ کی خدمت کے لیے 24 گھنٹے کھلی ہیں

مستند کمپنیوں کی گارنٹیڈ ادویات کی مکمل رینج

سول یا الائیڈ ہسپتال جانے کی ضرورت نہیں فیصل آباد کا سب سے بڑا میڈیکل سٹور اب آپ کے علاقہ میں آپ کی خدمت کے لیے

ادویات کو قبل از وقت خراب ہونے سے بچانے کے لیے طبی معیار کے عین مطابق ائیر کنڈیشنڈ اور محفوظ صحت بخش ماحول

بجلی کے شدید بحران میں 24 گھنٹے جنریٹر کی سہولت کے ساتھ صرف کیئر فارمیسی پر ممکن ہے

Head Office: 1-Saint Mary's Park, Gulberg III, Lahore